اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۸۳

تاریخہائے اشاعت ۷-۱۴-۲۱-۲۸

ایڈیٹر:- شیخ یعقوب علی تراب احمدی

الحکم

شرح قیمت چندہ سال میں
پیشگی لی جائے گی

(۱) عوام سے — صہ
(۲) خواص سے — ۵
(۳) ہندوستان سے باہر — ۶
(۴) غیر مذاہب
اور
غیر مستطیع احباب — ۱۲ ﷼

چہ گویم با تو گر آئی چہ در قادیاں بینی ؎ دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

جلد ۱۳ — قادیان دار الامان ۲۸-اپریل ۱۹۰۹ء مطابق ۷-ربیع الآخر ۱۳۲۷ھ — نمبر ۱۶

ترجمۃ القرآن

اے بے خبر بخدمت قرآن کمر بہ بند
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

قرآن مجید کے مطالب اور معانی کو آسان طور پر سمجھانے کے لئے یہ ترجمۃ القرآن کا سلسلہ جاری کیا ہے۔ اور یہ التزام کیا گیا ہے۔ کہ ہر مہینے کم از کم ایک پارہ ضرور شائع ہو جاوے متن کے نیچے سلیس اردو ترجمہ دیا ہے۔ اور ترجمہ ایسا معنی خیز ہے کہ معمولی اردو خواں بھی آسانی سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ حاشیہ میں تفسیری نوٹ ہیں جن سے قرآن مجید کی عظمت اور دلائل نبوت کو پیش کرنا مقصود رکھا گیا ہے۔ حقائق و معارف قرآنی کو ایسے طور پر بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ موجودہ زمانہ فلسفی اور سائنسدان بھی مزا اٹھائیں۔ ترجمہ اور نوٹوں میں حضرت خلیفۃ المسیح کے درس قرآن مجید اور حضرت مسیح موعود کی تصانیف کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ اس وقت تک تین پارے شائع ہو چکے ہیں۔ قیمت ہر سہ (تین روپے)

تفسیر سورہ بقرہ مکمل تین روپے چار آنے

تصوف کا خزانہ معرفت و حقائق کا گنجینہ

مکتوبات احمدیہ جلد اول

حضرت حجۃ اللہ جری اللہ فی حلل الانبیاء مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی چھبیس سال پیشتر کے عجیب و غریب مکتوبات کا مجموعہ جو نہائت محنت اور کوشش سے جمع کر کے چھاپے گئے ہیں۔ یہ مکتوبات بڑے بڑے عظیم الشان مسائل تصوف کا حل اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی پاک سیرۃ کے امین ہیں۔ میں دعوی سے کہتا ہوں۔ کہ کوئی ان کو پڑھے۔ اور گرویدہ نہ ہو جائے۔ یہ مجموعہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ اور موتیوں کے برابر تولنے میں بھی سستا ہے۔ بااینہمہ قیمت صرف ۱۰ فی جلد۔

دوسری جلد میں حضرت خلیفۃ المسیح کے مکتوبات طبع ہوں گے۔ اور بحمد للہ کہ وہ سامان میرے پاس جمع ہے۔

پتہ

تمام درخواستیں یعقوب علی تراب ایڈیٹر الحکم کے نام آنی چاہئیں

انوار احمدیہ مشین پریس قادیان دار الامان میں شیخ یعقوب علی تراب پروپرائٹر۔ پرنٹر پبلشر کے اہتمام سے چھپا

ریشہ دوانیاں کرتا ہے۔

بالکل اُسی طرح اپنے سابق حکمرانوں اور سرپرستوں کو بدنام کرکے کورنمکی کا داغ اپنی پیشانی پر داغ لگاتا ہے۔

ورنہ اگر ایسا ہی ہوتا کہ مسلمان بادشاہ خاص تعداد زنّار اُتار کے بدوں کھانا نہ کھاتے۔

تو دہلی۔ لکھنؤ۔ حیدرآباد وغیرہ میں جو خاص راجدھانی رہے ہیں۔ آج ایک بھی ہندو کا پتہ نہ ملتا۔

پہلے اُتارے ہوئے زنّاروں کی تعداد سوا من روزانہ بتلائی جاتی تھی۔ مگر اسقدر سفید جھوٹ کامیاب ہوتا ہوا نہ دیکھکر اب اس کو خاص تعداد میں تبدیل کیا جاتا ہے۔ وہ خاص تعداد کیا ہے؟ کچھ نہیں جیسا موقع ملے۔ ویسی ہی تصنیف کی جاسکتی ہے!!!

گو اس وقت یہ مفسد گروہ اپنے مقصد میں کچھ کامیاب ہو گیا ہے۔ مگر جب مسلمان مورخ و اخبار نویس ان افترا پردازیوں کی قلعی اچھی طرح کھول دیں گے۔ تو مفسدوں کی تمام تار و پود مکڑی کے جالے کی طرح ٹوٹ جائیگی۔ اور دینا ناتھ پوری صاحب جیسے سلیم الفطرت وصحیح العقل حضرات حق و باطل میں تمیز کرنے لگیں گے۔

صاحب مضمون نے اسباب تنزل کی تلاش میں بہت کچھ محنت کی ہے۔ اور معقول دلائل استعمال کرنے کا خیال رکھا ہے۔ لیکن صاحب موصوف ایک اور اہم سبب تنزل کا بھول گئے ہیں۔ وہ نیوگ کارشی کے منشار کے بموجب جاری نہ ہونا ہے۔ حالانکہ یہی وہ رسم تھی۔ جس نے حسب بیان مہابھارت ۲۱ راجپوتوں کی نسل کو سنبھال لیا۔ جبکہ پرسرام جی تقریباً ان کا ناش کرچکے تھے ؎

گرنا تھا رہ یار میں ٹھوکر نے سنبھالا
ہاتھ آگے مرا تھام لیا لغزش پا نے

اب بھی نیوگ ہر درجہ اور ہر طبقہ کے لوگوں میں جاری ہے۔ مگر ستیھیارتھ پرکاش کی ہدایت کے مطابق اس کا پورا پورا عملدرآمد نہیں ہوتا۔

جو جوان بیج کا کافی ذخیرہ رکھتے ہیں۔ اگر وید کے دھرم کے ارشاد کے مطابق وہ حاجتمند استریوں کو دان دیتے رہیں تو جاتی چند یوم کے بجائے قرنوں بلکہ ساعتوں میں ترقی کر سکتی ہے ؎

اس وقت بھی گو کم نہیں اس دان کا دینا
ہو جائے اگر عام یہ نعمت تو مزا ہے
شدھی ہو کہ شادی ہو کوئی بات نو ٹھہرے
جاتی کی ترقی کا انہیں فکر بڑا ہے

غرض سمجھ سے کام لیا جائے۔ تو شق اول و چہارم کے نوجوان یعنی مجرد و سادھو ترقی نسل کے کام میں ہاتھ بٹا سکتے ہیں۔

اُن کو عقلی۔ مذہبی۔ قومی۔ تمدنی۔ قومی فوائد و اغراض سمجھا کر بیج دان کے متعلق ویدک دھرم کے احکام بتلائے جاسکتے ہیں۔

ہمارے دوست اورنگ زیبی تلوار کی چمک سے چند یوم کے لئے آنکھ بند کرکے اس بارہ خاص میں کوئی تدبیر سوچیں۔ تو پھر وہ گدھے کو صابون لگا کر گھوڑے بنانے کی زحمت کے بدلے اپنی قوم میں ہر طرف گوسالہ بافراط پائیں۔ جن کو دیکھکر فرط مسرت سے ایشر کا بھجن یوں گائیں ؎

بیل ہی بیل ہوئے قوم میں پیدا دیکھو
قدرت صانع عالم ہے ہویدا دیکھو
جس طرح دہر میں جاتی کو بڑھایا ہم نے
عقلائیں اسی تدبیر کے شیدا دیکھو

چونکہ ستیھیارتھ پرکاش نے اس بارہ میں مفصل سمجھا دیا ہے۔ اس لئے ہمیں کسی مزید تشریح کی ضرورت نہیں۔ نہ ہم یہ بطور نکتہ چینی لکھتے ہیں۔ بلکہ ایک جائز تدبیر سے فائدہ نہ اُٹھانے اور اس کے عوض اپنے قدیم حاکموں اور محسنوں کو گالیاں دینے کا ہمیں ملال ہے۔ کسی حکم شرعی سے فائدہ نہ اُٹھانا۔ خواہ کوئی ہی اس کا مرتکب ہو۔ داخل دانشمندی نہیں۔

مثلاً اُن مسلمانوں پر بھی ہمارا اعتراض ہے۔ جو باوجود حکم شرع بیواؤں کا نکاح ثانی نہیں کرتے۔ اور اس طرح اپنی نسل کا گلا اپنے ہاتھ گھونٹ رہے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو خواہ کتنا ہی شریف و نجیب سمجھیں۔ اور اپنے جاہلانہ و مشرکانہ فعل پر خواہ کسیقدر فخر بھی کریں۔ مگر دور اندیش مسلمانوں کی نظر میں اُن کی تل بھر وقعت نہیں۔

اور وہ اُن کم بینوں کے جھوٹے فخر۔ جھوٹی نخوت جھوٹی تعلّی کو دیکھ دیکھ کر کہتے ہیں ؎

خلاف پیمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

قرآن اور اخبار نویسی

(خاص روزانہ پیسہ اخبار کے لئے لکھا گیا)

"دُنیا کا اس دعوئے ہدایت سے انکار کرنا" مارا بغل اندودن" کے لغو فعل سے کچھ کم نہیں۔ کہ آج صفحہ عالم پر جو قومیں صدرنشین تہذیب و تمدن کہلاتی ہیں۔ وہ خوش قسمتی سے اسلام ہی کے اصول ترقی سے متمسک ہوکر معراج کمال پر پہنچی ہیں۔ اور اہل اسلام کو اس مسئلہ امر سے گریز کرنے کی ہرگز گنجائش نہیں۔ کہ وہ دینی و دنیوی جلال کے آسمان پر خورشید نصف النہار بن چمکنے کے بعد جس قدر قعر ذلت میں گرے ہیں۔ وہ سب اس بات کا نتیجہ تھا۔ کہ انھوں نے اپنے دین پاک کے شائستہ اصولوں کو پس پشت ڈال دیا۔

جو لوگ کلام الٰہی کو پورے تدبر اور تعمق سے اپنا معیار عمل بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ صدق دل سے اقرار کرتے ہیں۔ کہ یہ کلام پاک نہ صرف احکام دین کے متعلق حق و باطل کے فرق کا کام دیتا ہے۔ بلکہ حیات دنیوی کے لحاظ سے بھی ترقی کی تمام شاہراہوں کا مرکز اعظم یہی ہے۔ مگر جو لوگ اس میں صرف سطحی نگاہ سے کام لیتے ہیں۔ وہ اس کے لفظی و صوری مفہوم میں محصور رہکر اس کے بے انتہا فیضان سے محروم رہتے ہیں گو وہ مانتے ہیں۔ کہ ؎

جمیع العلم فی القرآن لکن
تقاصر عنہا فہام الرجال

گران کے قول وفعل ان کے اس خیال کی تردید کرتے ہیں۔ کہ گویا ان کے نزدیک قرآن پاک اس تنگ و محدود معیشت کے مناسب رفع و وضع سے زیادہ کچھ نہیں بتاتا۔ جو ۱۳۰۰ قبل یا یوں کہو۔ کہ نزول قرآن کے وقت عرب کو حاصل تھی۔۔

اس کلیہ کے نظیر میں ہم اُن لوگوں کو پیش کرینگے۔ جو باوجود اس امر کو سمجھ چکنے کے کہ تیرہ صدی کے بعد نیا تمدن ہے۔ نئی معیشت ہے۔ نئی حاجات۔ نئی ضروریات اور باوجود اس عقیدہ کے کہ اجتماعی دُنیا میں تا بقیامت خواہ کسی قدر ذوعات شامل ہوتی جائیں احکام شریعت ان پر حاوی رہیں گے۔ وہ ہر جائز و مباح بلکہ بلحاظ وقت ضروری امر کو بھی بدعت سے موسوم کر دیتے ہیں۔ یا تو اپنے قصور فہم سے یا محض باایں دلیل کہ قرون اولیٰ میں اس کا وجود نہ تھا۔

مصر کے مشہور اخبار المؤید میں ایک مضمون الصحافة والقرآن کے عنوان سے مسلمانان مغرب اقصیٰ کے اس لغو خیال کی تردید میں نکلا ہے۔ کہ اخبار بینی اور اخبار نویسی سب لغو ہے چونکہ مضمون دلچسپ ہے۔ لہذا ناظرین کی خوشی کے لئے ذیل میں اس کا ترجمہ کرکے درج کیا جاتا ہے۔ (ایڈیٹر)

ہم سنا کرتے ہیں کہ اہل مغرب اقصیٰ اخبار بینی ناجائز سمجھتے ہیں۔ اور اسے خرافات و بدعات کی قبیل سے قرار دیتے ہیں۔ جس کی دلیل میں یہ آیت پیش کی جاتی ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ ان کے خیال میں نہ صرف اخبار بینی لغو ہے۔ بلکہ اخبار نویسی و اخبار فروشی سب ایسے ہی افعال ہیں۔ کیونکہ یہ ایک اصولی قاعدہ ہے۔ کہ جس چیز کی بیع حرام ہو۔ اس کی شرا بھی حرام ہے۔ وعلی العکس یہی وجہ ہے کہ زمانے گزر گئے دُنیا کی کایا پلٹ گئی۔ مگر مراکو میں ایک اخبار کے سوا جو طنجہ میں ایک عیسائی کے زیر اہتمام نکلتا ہے۔ کوئی دوسرا اخبار نہیں نکلا۔

چند ایام سے بعض اہل مراکش نے ارادہ کیا۔ کہ فاس میں ایک وطنی اخبار جاری کیا جائے۔ جو مصالح ملکی اور سیاسی و انتظامی امور کے متعلق رائے زنی کرکے اپنے وطن عزیز کی خدمت بجالائے۔ شاہ مراکو مولائے عبد الحفیظ نے بھی اس کو بہت کچھ امداد دی۔ مگر وہ لوگ جو آیہ مذکورہ من الناس الخ پر کاربند ہوتے چلے آتے ہیں۔ اور جن میں بہت سے اعیان مملکت و رؤسا دولت اور زمام سیاست کے مختار شامل ہیں۔ اس اخبار کے اجراء کے معارض ہوئے۔ اور عام لوگوں کو اس کے برخلاف بھڑکانے اور اس کی چلتی گاڑی میں روڑا اٹکانے کی کوشش کرنے لگے۔

اگر ہم ان حضرات سے باادب یوں گذارش کریں کہ یہ آیت ہم کو کوئی ضرر نہیں پہنچاتی۔ اور کہ آپس میں تبادلہ خیالات کے ذریعہ سے فائدہ اٹھانے کو حرام نہیں قرار دیتی۔ کہ ایک بھائی کی طرف سے دوسرے بھائی کے خیر خواہانہ مشورہ پیش کرنے کو ناجائز نہیں بتاتی۔ کیونکہ اخبارات نفس الامر میں اس کے سوا اور کیا ہیں کہ تحریرات کے ذریعہ سے ایڈیٹر اور ناظرین کے مابین ایک دوسرے کے فائدہ کی غرض سے خط و کتابت ہے اور جو کچھ اس خط و کتابت میں ہوتا ہے۔ وہ لہو الحدیث نہیں۔ بلکہ نصیحت۔ ہدایت۔ ارشاد۔ مشورہ۔ تعلیم تربیت۔ امر بالمعروف۔ نہی عن المنکر ہوتا ہے۔ اور اگر ہم ان کی خدمت میں التماس کریں۔ کہ اگر سیاق عبارت میں غور کیا جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ وہ اور غرض کے لئے نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ پوری آیت یہ ہے:۔ ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم ويتخذها هزوا اولئك لهم عذاب مهين۔ اور علماء نے اس کی تفسیر اور شان نزول کے متعلق بیان کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نضر بن حارث کا قاعدہ تھا۔ کہ خوبصورت خوش گلو اور گانے بجانے والی لونڈیاں خریدا کرتا۔ اور جس شخص کی نسبت اس کو معلوم ہوتا۔ کہ وہ مسلمان ہو گیا ہے۔ جھٹ ایک لونڈی ساتھ لیکر اس کے پاس پہنچتا۔ لونڈی کو حکم کرتا کہ ہمارے دوست کو جام شراب پلا اور گا کر سُنا پھر اس شخص کو کہتا کہ دیکھ یہ جو کچھ سُنا رہی ہے۔ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے احکام نماز۔ روزہ وغیرہ کی بہ نسبت کسقدر شیریں اور خوش گوار ہے۔ جس کے متعلق آیہ مذکور نازل ہوئی۔ اس آیت میں من الناس سے مراد نضر مذکور ہے۔ اور اس کی شراء سے مراد اس کی لونڈیوں کی خریداری ہے۔ باقی آیت کا مطلب صاف ہے۔ کیونکہ اس کی غرض اس خریداری سے یہی تھی۔ کہ مسلمانوں کو خدا کے راستے سے گمراہ کرے۔ اور يتخذها کی ضمیر سبیل اللہ کی طرف راجع ہے۔

الغرض اگر ہم یہ تمام دلائل و براہین ان کے پیش کریں تو وہ ضرور کہیں گے۔ کہ یہ ٹھیک نہیں۔ بلکہ آیہ مذکورہ ہر ایسی شراء و بیع پر منطبق ہوتی ہے۔ جس میں مال خریداری حدیث لغو و باطل کی قسم کا ہو۔ اب اس میں خواہ وہ گانے بجانے والی لونڈی ہو یا لغویات بتانے والا اخبار۔ کیونکہ اصول فقہ میں لفظ عموم کا استعمال کیا جاتا ہے نہ کہ خصوص سبب کا۔ علاوہ ازیں آیہ مذکورہ میں ایک اعجاز بھی ہے۔ وہ یہ کہ اس میں صدیوں پیشتر ایک آئندہ پیدا ہونے والی چیز کا پتہ دیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ آئندہ زمانہ میں اخبارات نکلیں گے۔ جو لہو الحدیث پر مشتمل ہوں گے۔ اور اس قسم کے اشارات سے تفسیر کرنا علمائے تفسیر اور کبار الصوفیہ کے نزدیک معہود ہے بلکہ وہ بعض اوقات بعید ترین اشارات سے تفسیر کر دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ بعض صوفیائے کرام یا مریم اقنتی لربک کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ کہ مریم سے مراد نفس انسان ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ ایک آیت میں اعجاز ہے کہ وہ کئی صورتوں پر منطبق ہو رہی ہے۔ اور کئی اشارات پر متضمن ہے۔

جو لوگ اخبار خوانی کو حرام یا لغو اور قریباً حرام قرار دیتے

ہیں ان کے اس استنباط حکم اور ساتھ ہی تفسیر آیات کو دیکھکر ہم بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ اخبارات کی فضیلت قرآن سے ثابت کر دکھائیں اور وہ ایک آیت سے اپنا استدلال کا کام لیتے ہیں تو ہم ایک سے زیادہ آیات اپنے ثبوت میں پیش کریں جن سے نہ صرف اخبار خوانی و اخبار نویسی کا جواز ثابت ہو بلکہ وجوب کا پتہ لگے اور ثابت ہو جاوے کہ اخبار خوانی اور اخبار نویسی باوجودیکہ ملکی و قومی حالات کی اشاعت اور حکومت و رعایا کے تعلقات پر رائے زنی اور مفاد وطنی کی تجاویز جو اخبار کی اغراض ہوتی ہیں شرعاً کس قدر ضروری امور ہیں خدا تعالےٰ ہمارے آپس کے معاملات لین دین اور انکے متعلقہ عہد و پیمان کے متعلق ہمکو ارشاد فرماتا ہے ولیکتب بینکم کاتب بالعدل یعنی جب تم آپس میں کسی قسم کا لین دین کرو اور حفظ امانت کے طور پر وثیقہ تحریر کرو تو اس وثیقہ کا لکھنے والا منصف مزاج ہونا چاہیئے۔ اب کیا وجہ ہے کہ ہم اس آیت سے یہ اشارہ تسلیم نہیں کرتے کہ ہماری قوم میں ایسے ارباب قلم اور اصحاب تحریر ہونے چاہیئے۔ جو قومی فرائض کی قلعی کھولتے اور اہل ملت کو نیک ہدایت کرتے ہیں اور کیا وجہ ہے کہ ہمارے دوست مراکشی یا صوفی صاحبان اس آیت میں کاتب سے ایڈیٹر اخبار کی طرف اشارہ نہیں پاتے جبکہ انکے نزدیک یا ہود بین نفس کی طرف اشارہ اعجاز آیت تصور ہوتا تھا۔

پھر فرمایا ولا یاب کاتب ان یکتب کما علمہ اللہ۔ یعنی عہد نامہ لکھنے والے پر فرض ہے کہ اپنی تحریر میں حق کو ہاتھ سے نہ دے یہ تو آیت کے ظاہری معنے ہیں مگر کیا وجہ ہے کہ اس سے ہم اس امر کی طرف اشارہ نہیں پاتے کہ جس شخص کے ہاتھ میں قلم ہو اور اظہار ما فی الضمیر پر قادر ہو تو سچی بات لکھنے سے گریز نہ کرے جس میں اسکے اہل ملت کا فائدہ اور ابنائے جنس کا نفع ہو اس سے ملک کو مادی اور اخلاقی بہبودی ہو بلکہ کما علمہ اللہ سے یہ اشارہ صاف پایا جاتا ہے کہ علم خدا کی ایک گرانقدر نعمت ہے جس کو یہ حاصل ہو اسپر واجب ہے کہ مصلحت عامہ کیلئے اسکو صرف کرنے میں دریغ نہ کرے پھر فرمایا ولا تسئموا ان تکتبوہ صغیراً او کبیراً جس کا مطلب یہ ہے کہ اس دین میں وثیقہ تحریر ہونا ضروری ہے خواہ معقود علیہ معمولی چیز ہو یا کوئی بڑی جائداد ہے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اب معتبر ہے اور آیندہ کسی قسم کا اختلاف کا نتیجہ اندیشہ نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ آج سے بعد کسی باعث سے یہ اتفاق نہ رہے اور فریقین میں تنازع شروع ہو جاوے تو پھر یہ تحریر کام دے سکتی ہے۔

اس آیت میں تحریر اخبارات کی طرف صاف اشارہ پایا جاتا ہے یعنی اہل قلم کو چاہیئے کہ اپنے وطن اور قوم کے متعلق چھوٹی بڑی ہر قسم کی بات حیطہ تحریر میں لاکر ابنائے وطن کو خبر کرتے رہیں اور لوگوں کو بیخبری کی آفت سے بچائیں خواہ وہ بات معمولی اور عادی ہو خواہ غیر معمولی اور عظیم الشان ہو پھر فرمایا ولا یضار کاتب ولا شہید یعنے وثیقہ مذکور کے لکھنے والے اور اسکے گواہوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ دیجائے اس سے اس امر کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ اخبار نویسوں کو حق گوئی اور راست نویسی پر کسی طرح کی مزاحمت نہ کرنی چاہیئے اور حق بات کہنے اور مناسب کی تائید اور نامناسب کی تردید کرنے اور پیچیدہ مسائل پر غور و بحث کرنے سے نہ روکا جائے۔

مختصر نوٹ

تین مہینے میں قرآن مجید کی تعلیم

مولوی صدر الدین صاحب ہیڈ ماسٹر مدرسہ تعلیم الاسلام نے چاہتے ہیں کہ میں انکی مندرجہ بالا تجویز کو چھاپ دوں مولوی صاحب چاہتے ہیں کہ قادیان اور باہر کے مستعد اور محنتی احباب کی جو قرآن مجید سے محبت رکھتے ہیں ایک ایسی جماعت طیار کیجاوے جو ہر روز اپنی اپنی جگہ قرآن مجید کے پانچ رکوع کا مطالعہ کریں اور ان پانچ رکوعوں پر تدبر کریں اور کسی نہ کسی تفسیر میں سے ایسے نکات جمع کرلیں۔ جو انہیں پسند آئیں اور پھر وہ احباب باہم بیٹھکر مذاکرہ کر لیا کریں بعد ازاں حضرت خلیفۃ المسیح سے وہ پانچ رکوع پڑھ لیا کریں اس طرح پر مولوی صاحب کی تجویز کے موافق قرآن مجید تین ماہ میں پڑھ لیا جاویگا۔ میں دل سے چاہتا ہوں کہ مولوی صاحب کو اس تجویز میں کامیابی ہو اور ایسے شخص آئیں جو اس تجویز سے فائدہ اٹھائیں حضرت خلیفۃ المسیح صاحب نے اس تجویز پر فرمایا کہ میرے نزدیک بہت ہی اچھا ہے جہانتک حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ بنصرہ کی ذات سے اس تجویز کا تعلق ہے اس کی کامیابی میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ آپنے ایک مہینے میں ہی قرآن مجید پڑھا لیا ہے مگر پانچ رکوع پر تدبر اور تفاسیر میں سے پڑھنے اور مفید نکات جمع کرنا اور ان پر مذاکرہ کرنا کئی گھنٹوں کا کام ہے اور خود مولوی صاحب نے اپنی تجویز میں لکھا ہے۔ کہ تین چار گھنٹے کے مطالعہ سے استفادہ کریں وغیرہ چھ گھنٹے کی ڈیوٹی کے بعد اس کام کیلئے چھ گھنٹے نکال لینا بڑی ہمت کا کام ہے اور وہ وقت جو حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ بنصرہ کے حضور درس مطالب کے لئے صرف ہوگا وہ مزید بر آں ایسی حالت میں غالباً مشکلات پیش آئیں۔ لیکن اگر عملی طور پر یہ تجویز چل نکلی اور خدا کرے کہ چل نکلے تو بہت ہی مبارک اور مؤثر ہوگی

دو روپیہ فنڈ کی تحریک

حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشاد عالی کے ماتحت جو تحریک دو روپیہ فنڈ کی مولوی محمد علی صاحب نے کی تھی۔ اس کی یاددہانی میں الحکم کی کسی گذشتہ اشاعت میں کر چکا ہوں اور خدا کا شکر ہے کہ وہ بیکار نہیں رہی چوہدری مولا بخش صاحب نے سیالکوٹ سے لکھا ہے کہ باقاعدہ اس تحریک میں چندہ جمع ہو رہا ہے اور خود انہوں نے اور انکی اہلیہ محترمہ نے چندہ دیا ہے انہوں نے اپنی جماعت سے جمع کرکے بھیجے ہیں اسی طرح پر امید کیجاتی ہے کہ دوسرے مقامات پر بھی چندہ ہو رہا ہے پس امید رکھنی چاہیئے۔ کہ اس فنڈ کی رقم بہت جلد پوری ہو جائیگی ابھی تک جہانتک میرا علم ہے اس فنڈ میں دو سو روپیہ بھی جمع نہیں ہوا اس سے سمجھ لینا چاہیئے کہ کس قدر سعی کی ضرورت ہے

آریہ سماج میں طوفان

آریہ سماج میں طوفانی لہریں اپنا کام کر رہی ہیں مسٹر دھرم پال کے بھونچال نے قدرتاً ایسی تحریک آریہ سماج میں پیدا کر دی ہے کہ قربانی کا مسئلہ صاف ہونا شروع ہو گیا قربانی سے مراد وہ قربانی نہیں جو مسلمان عید الضحٰی کی تقریب پر کرتے ہیں بلکہ قربانی سے مراد وہ انسانی قربانیاں ہیں جو خدایانِ قوم ہر سوسائٹی میں قومی مذہب پر آ کر کرتے ہیں اور جنکی وجہ سے دنیا اور سترآخرت کا پھل پاتے ہیں۔ آریہ سماج کی حقیقت دھرم پال نے کھولنی شروع کر دی ہے اُدھر لالہ منشی رام صاحب نے اور آریہ پرتی ندھی کے پردھان لالہ رام کشن صاحب نے دھرم پال کی تحریروں پر فوری نوٹس لیکر اس طوفان بے تمیزی کے روکنے کو ایک اعلان شائع کیا ہے مگر میرا خیال ہے کہ یہ طوفانی لہریں کچھ نہ کچھ اثر پیدا کئے بغیر نہیں رہ سکتیں۔ آریہ سماج کے سنجیدہ مزاج لوگ دھرم پال کے لگائے ہوئے الزاموں پر چپکے ہو کر تحقیقات کر چکے اور صرف منشی رام یا کسی اور مہاشہ کی تحریر کو غالباً کافی نہ سمجھیں گے بہرحال وہ وقت آ گیا ہے کہ آریہ سماج کے لیڈروں کی حقیقت کا راز طشت از بام ہو

ہندو و مسلمانوں کا اتفاق

ہندو و مسلمانوں کا اتفاق اب تقریباً ناممکن ہو گیا ہے یوماً فیوماً خلیج وسیع ہو رہی ہے اور بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی کہ یہ دو قومیں اب مل سکیں خصوصاً ایسی حالت میں کہ علانیہ جلسوں میں دونوں طرف سے اس امر کا اظہار کیا جا چکا ہے کہ ہم باہم نہیں مل سکتے اب نفاق اور علیحدگی کے پھلوں کو چکھنے میں آسانی ہو گی اِنَّا لِلّٰہِ و انا الیہ راجعون۔

قادیان ریلوے سٹیشن

بھروسہ اور قابل وثوق ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ قادیان تک تنگ پٹڑی کی ریلوے [illegible] بنائی جانیکی تجویز ہے اگر یہ تجویز عمل میں آ گئی تو سب سے زیادہ فائدہ اٹھانیوالے ہم ہونگے اس تجویز کے عملی رنگ اختیار کریں اگر کوئی وقت اور مشکل صورت ہے تو اتنی ہے کہ اسکے لئے سرمایہ جمع ہو جاوے اس کام میں سرمایہ لگانا کسی حالت میں موجب نقصان نہیں اسلیئے کہ بیس سال تک [illegible] ڈسٹرکٹ بورڈ ضلع گورداسپور یہ وعدہ کر چکا ہے کہ چار فیصدی سالانہ نفع دیگا بشرطیکہ اس سے کم فائدہ یا نقصان ہو اور اگر اس سے زیادہ فائدہ ہو تو وہ بہرحال حصہ داروں کو ملیگا جہانتک میری معلومات اس بارہ میں ہیں اور جنہیں میں اس تحریر کے وقت تک صحیح یقین کرتا ہوں اگر ایک لکھ روپیہ جمع ہو جائے تو قادیان تک ریلوے سٹیشن کا بنجانا یقینی ہے فی حصہ ایکسو روپیہ کا ہوگا اس لحاظ سے ایکہزار حصوں کی ضرورت ہے میں اس تحریک کے ساتھ ایک ضروری امر اپنی قوم کی توجہ کے لئے پیش کرتا ہوں کہ اگر وہ سعی کرے تو یہ ریلوے لائن مخصوص احمدی ریلوے لائن ہو سکتی ہے اور اس سے سلسلہ کی ضروریات کیلئے ایک مستقل صورت امداد کی پیدا ہو سکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ پچیس روپیہ فنڈ کی جو تحریک کی گئی تھی اور جو مستقل سرمایہ کے لئے پسند اور منظور کیگئی ہے اگر اس تجویز کے ماتحت ایک لاکھ روپیہ جمع کرنیکا انتظام کر دیا جاوے اور کم از کم چار فیصدی ہی سالانہ منافع سمجھا جاوے جو میرے خیال میں دس بارہ روپیہ سے کم نہ ہو گا انشاء اللہ تعالیٰ تو بھی چار ہزار روپیہ سالانہ کی مستقل آمدنی کسی ایک شاخ کے بہت بڑے اخراجات کے حصہ کو پورا کر سکیگی یہ سنہری موقعہ ہے اور ہماری جماعت کو ہاتھ سے کھونا نہیں چاہیئے ریلوے کے جاری ہو جانیسے یہاں کی تجارت اور آبادی اصلاحات پر ایک خاص اثر پڑیگا اس تحریک سے اگر فائدہ نہ اٹھایا گیا تو یا تو اور سے فائدہ اٹھانے والے اور ہونگے اور یا یہ بہت دیر پر جا پڑیگی۔ بہرحال میرا کام تو اتنا ہی تھا۔

ٹرکی کے انقلاب نے پیشگوئی پوری کر دی

سلطنت روم میں جو انقلاب کا ہیجان برپا ہے وہ اب کوئی مخفی امر نہیں۔ یہ پہلے خیال کیا گیا تھا کہ کسی قسم کے کشت و خون کے بعد ٹرکی کو پارلیمنٹ کا ملجانا ایک عجیب امر ہے لیکن اب ثابت ہو گیا ہے کہ یہ خیال محض خیال ہی تھا جو حالت ٹرکی کی اب ہو رہی ہے وہ اگر خدا تعالیٰ کے فضل نے دستگیری کی تو کسی خطرناک بدقسمتی کا مقدمۃ الجیش ہے ٹرکی کی اس انقلابی حالت کو دیکھکر کوئی مسلمان من حیث القوم خوش نہیں ہو سکتا اور اس سے کم از کم یہ بھی سمجھ میں آ سکتا ہے کہ نوجوانوں کے ہاتھ میں اب انتظامی باگ کیا نتیجے پیدا کر رہی ہے بہرحال اس تفصیل کو چھوڑ کر میں ناظرین کو اس عظیم الشان پیشگوئی کی طرف متوجہ کرتا ہوں جو ہمارے سید و مولیٰ امام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء کو شائع کی تھی میں اس پیشگوئی پر تفصیل سے انشاء اللہ تعالیٰ بحث کرونگا سردست چند فقرات اس اشتہار سے اقتباس کر کے یہاں درج کرتا ہوں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو سکے کہ بارہ سال پہلے جو باتیں کہی گئی تھیں وہ کس طرح پر پوری ہوئی ہیں اور کیا یہ انسانی طاقت میں ہے کہ اس قدر عرصہ پہلے ان واقعات کی خبر دے جو اسوقت وہم و گمان میں بھی نہ آ سکتے ہوں جیسا کہ میں نے ذکر کیا ہے اگلی اشاعت میں ایک تفصیلی بحث میں انشاء اللہ کرونگا حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا تھا کہ "سلطان روم کی سلطنت کی حالت اچھی نہیں ہے اور میں کشفی طریق سے اس کے ارکان کی حالت اچھی نہیں دیکھتا اور میرے نزدیک ان کے حالتوں کے ساتھ انجام اچھا نہیں"۔ یہ وہ الفاظ ہیں جو حسین کامی سفیر روم کو حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمائے تھے ایسا ہی حضرت اقدسؑ پر الہام الٰہی کے ذریعہ سے ظاہر کیا گیا کہ ترکی گورنمنٹ کے شیرازے میں ایسے دھاگے ہیں جو وقت پر ٹوٹنے والے اور غداری سرشت ظاہر کرنیوالے ہوں"۔ اب پچھلے دنوں سے جو خبریں آ رہی ہیں اور ٹرکی کی جو حالت ہو رہی ہے اس نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ پیشگوئی اپنی پوری شوکت اور جلال کیساتھ پوری ہو گئی اور آخری خبر جو آئی ہے وہ یہ ہے کہ سلطان عبد الحمید خان معزول ہو گیا اور رشید آفندی نیا سلطان

ہوا۔ اس سے بڑھ کر وہاں کی گلیوں میں جو کشت و خون ہوا ہے وہ ایک عقلمند کے لئے قابل عبرت نظارہ ہے۔ بہر حال وہ الفاظ کیسے صحیح اور سچ ثابت ہوئے۔ جو خدا کے مامور کے منہ سے نکلے تھے۔ اور جو سلطان کے سفیر حسین کامی کو مخاطب کر کے آپ نے فرمائے تھے کہ جو مسلمانوں میں سے مجھ سے علیحدہ رہیگا۔ وہ کاٹا جاویگا۔ بادشاہ بلکہ غیر بادشاہ حضرت اقدس نے اس اشتہار میں صاف لکھدیا ہے کہ میں نے جو کچھ اس کو کہا تھا۔ اپنی طرف سے نہیں۔ بلکہ جو کچھ کہا گیا الہام کے ذریعہ فرمایا تھا۔

اس اشتہار پر اس وقت ایک طوفان بے تمیزی برپا کیا گیا تھا۔ گروہ اخبار نویس آج کہاں ہیں۔ جو خطرناک مخالفت پر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ وہ دیکھیں اور سوچیں کہ کیوں وہی ہوا۔ جو آج سے بارہ سال پہلے ایک مامور کے منہ سے نکلا تھا۔ اس نوٹ کو میں حضرت اقدس علیہ السلام ہی کے الفاظ پر ختم کرتا ہوں۔ کہ **توبہ کرو تا نیک پھل پاؤ۔**

کیا ہماری یہی غرض تھی؟

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کیں راہ کہ تو میروی بترکستان است

اخبار نویس کا فرض اسے مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنی قوم اور ملک کو (جہاں تک اس کی سمجھ اور نیک نیتی اس کی ہدایت کرتی ہے) خطرات پر چلنے سے روکے۔ میں اسی بنا پر یہ چند سطریں لکھنے کی ضرورت سمجھتا ہوں۔ اور ایک حق شناس اور معرفت کی پیاسی قوم سے امید کرتا ہوں۔ کہ وہ منشاء الفاظ پر غور کرے گی۔ نہ الفاظ کی ترتیب پر۔ میں دیکھتا ہوں کہ بعض اوقات ہم لوگوں میں ایسے دور از کار امور پر رائے زنیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ جو ہمارا اصلی مقصد نہیں ہے۔ ہماری اصل غرض تو یہ تھی۔ کہ ہمارے تعلقات اللہ تعالیٰ سے بڑھیں۔ اور ہم معبودیت کے مقام اور الوہیت کے مرتبہ کو شناخت کریں اور اس راہ پر چلنے کے لئے تیار ہوں۔ جو انسان اور دنیا کے سردار اور متقیوں کے امام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے پیش کی۔ ہمارے امام علیہ الصلوٰۃ والسلام جس کا نمونہ تھے۔ اور جس کو بارہا آپ نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں پیش کیا۔ اور اب ہمارے موجودہ امام حضرت امیر المومنین پیش کر رہے ہیں۔ مگر ہم ہیں کہ تھوڑی دیر تک متاثر رہ کر پھر خالی الذہن ہو جاتے ہیں ہماری یہ حالت قابل رحم ہے۔ پچھلے دنوں اخبار الحکم میں حضرت صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب سلمہ اللہ الاحد کی نسبت ایک مخلص ارادت مند نے وفور محبت سے چند تعریفی الفاظ لکھدیئے۔ اس پر بعض حلقوں میں ایک شور پیدا ہو گیا کہ حضرت امیر المومنین کی موجودگی میں ان کو مقتدا کیوں کہا گیا ہے۔ میں اس جوش محبت کی قدر کرنے والوں میں سے ایک ہوں۔ ہماری جماعت کے ہر فرد کے دل میں حضرت امیر المومنین کی نسبت یہی اعتقاد اور ایمان ہونا چاہئے کہ ان کی ذات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد تمام عزت اور ادب کی اولاً مستحق ہے اور فی الواقع وہی ہمارے امام اور ہادی ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص خاندان نبوت کے ساتھ اپنی مخلصانہ ارادت کی وجہ سے انہیں تعریفی الفاظ سے یاد کرتا ہے تو یہ ایسا قصور نہیں کہ اسے خواہ مخواہ ہم ایک بحث کا ذریعہ قرار دیں۔ میں اس پر بہت تفصیل سے لکھ سکتا ہوں۔ کہ حضرت مسیح موعود کی موجودگی میں کس طرح پر بزرگان ملت کو عظمت اور بزرگی سے یاد کیا جاتا تھا۔ اور خود حضرت بھی لکھتے اور بولتے تھے۔ مگر اس سے شان مسیحیت میں فرق نہ آتا تھا۔ بلکہ اس کی شان بڑھتی تھی۔ جس طرح پر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور شان اسی میں ہے۔ کہ آپ کی تعلیم سے ایسے ربانی علماء تیار ہوں جو ایک وقت میں خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پاکر نبیوں کے مقام اور قلب پر مبعوث ہو سکیں۔ ویسے ہی حضرت مسیح موعود کی تعلیم کا یہ کمال ہے کہ وہ خلفائے ربانی پیدا کر سکیں اسی نہج پر حضرت امیر المومنین کی شان بلند کا یہ اقتضاء اور کمال ہے کہ آپ کی زیر تربیت سیکڑوں نہیں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں اور کروڑوں ایسے پیدا ہوں جو مقتدا اور امام ہوں۔ اور ان میں ایسی صلاحیت ہو کہ وہ مرشدنا و مخدومنا کہلانے کا جائز حق رکھتے ہوں۔ پھر ایسے الفاظ پر اڑنا یا گرنا خوبی کی بات نہیں حضرت صاحبزادہ صاحب خدا تعالیٰ کی وحی میں ایک آیت من آیات اللہ اور اولوالعزم انسان ہیں جن کو حضرت مسیح موعود کی لا انتہا دعائیں ان کے حق میں ہیں۔ ان کو اگر ایک شخص وفور محبت سے ہمارے "مقتدا یا مرشدنا" کہتا ہے۔ تو قانون محبت کی رو سے وہ مجرم نہیں۔ ایسی باتوں پر اڑنا تنگدلی ہے۔ اور شریعت اسلامیہ اس سے پاک ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے معمولی آدمیوں کو اپنے اخلاق اور کمال شفقت سے **مخدومی مکرمی** تک لکھا ہے۔ کیا اس سے وہ حضرت مسیح موعود کے امام یا پیشوا سمجھے گئے؟ یا اس سے حضرت مسیح موعود کی عظمت ثابت ہوئی یا ایسا ہی حضرت امیر المومنین کو میں دیکھتا ہوں کہ وہ اپنے اخلاق میں اسی مسیحائی نمونہ پر چل رہے ہیں۔ اور اپنے خدام کو مکرم معظم تک لکھتے ہیں جس طرح پر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے اور اپنے خادم کو سوار کرا کر لئے جانا آپ کی کسر شان نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح آج چودھویں صدی میں فاروق اعظم کے پوتے کا اسی منصب خلافت پر بیٹھ کر اپنے خادم کو "مکرم معظم" لکھدینا آپ کی شان کو کم نہیں کر سکتا۔ بلکہ اسے بڑھا رہا ہے۔ اور نہ کسی شخص کا حضرت مسیح موعود کے بچوں کو سیدنا و مولانا لکھدینا حضرت امیر المومنین کی شان کو گھٹا سکتا ہے۔ خاندان نبوت کے یہ گرانمایہ موتی کسی کی تعریف کے ہرگز حاجتمند نہیں اگر اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ وہ دنیا کے پیشوا ہوں اور میرا ایمان ہے۔ کہ وہ ضرور ہوں گے اس لئے کہ ان کیلئے مسیح موعود نے یہ دعا کی ہے تو وہ ہوں گے اور ہوں گے۔ تو کوئی نہیں جو اس امر کو روک سکے۔ لیکن میرے دوستو! ہم ان مباحث میں پڑ کر اصل مطلب سے دور جا رہے ہیں۔ ہم اس غرض کیلئے نہیں آئے کہ الفاظ پر اڑتے اور لڑتے رہیں۔ ان لوگوں کی شان ہماری تعریف اور مرح سے بے نیاز ہوتی ہے۔ حضرت امیر المومنین حضرت مسیح موعود کو "مرزا" کہکر جو لطف اور ذوق اٹھاتے تھے اور اٹھاتے ہیں وہ بہت سے "حضرت مسیح موعود المہدی و مولائی مرشدی و آقائی یا رسول اللہ" کہنے والوں کو نہیں ملتا۔ اس لئے ہماری قوم کو ایسی لغو بحثوں میں اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ میں اس پر ہرگز قلم نہ اٹھاتا۔ اگر میں یہ نہ دیکھتا۔ کہ یہ خطرناک غلطی ہے جس میں ہم اصل مطلب کو چھوڑ کر پڑنے کی کوشش کرتے ہیں حفظ مراتب بڑی ضروری شے ہے حضرت امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح کے ماتحت ہر ایک کے بھی امیر المومنین ہی ہیں۔ اور ان کی شان اس سے کم نہیں ہوگئی۔ بلکہ بڑھ گئی ہے۔ پھر کیوں یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کو کسی نے مرشدنا و مولانا لکھدیا۔ تو غضب آ گیا۔

سنبھل جاؤ۔ ایسی باتیں دھڑا بندی اور فرقہ بندی کی طرف لے جاتی ہیں۔ اور ہماری غرض ان سے بلند تر ہے۔

مرادِ ما نصیحت بود کردیم

ترکی انقلاب

قسطنطنیہ کی خبروں کی تردید میں سالونیکا کی خبریں مظہر ہیں کہ کمیٹی اتحاد و ترقی کے لیڈروں رشاد آفندی کے مشورہ سے انہیں سلطان بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔ اور یہ کہ یلدیز پر نصف شب کے وقت حملہ کرنے کا فیصلہ ہوا ہے۔ کل شام کو محافظ فوج بیرا سے تین میل کے فاصلہ پر تھی اور استنبول کے باہر کیبولری کی بارکوں پر کیبولری کے سپاہیوں کی عدم موجودگی میں قبضہ کر لیا گیا تھا۔ اس وقت سپاہی سلانق میں تھے۔ سپاہیوں کے واپس آنے پر جنگ ہوئی اور دو آدمی زخمی ہوئے۔

(بعد کی خبر) آج صبح کو بیرا سے چھ بجکر ۳۵ منٹ پر ایک مراسلہ شائع ہوا ہے۔ جو مظہر ہے کہ صبح کے ۵ بجے سے یلدیز کی گرد کی بلندیوں پر بندوقیں چل رہی ہیں۔ کبھی کبھی توپیں بھی چلتی ہیں۔ غالباً سالونیکا کی فوج اور یلدیز کے گیریزن کے مابین جنگ ہو رہی ہے۔

(بعد کی خبر) قسطنطنیہ کے گیریزن نے اپنے آپ کو سالونیکا کی فوج کے حوالہ کر دیا مگر بعض نے تاشقشلہ کی بارک پر حملہ کیا تھا۔ یہاں مقابلہ سخت ہوا تھا۔ مقتولین و مجروحین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اسی عرصہ میں سالونیکا کی سپاہ بھی سڑکوں پر گشت کرتی رہی۔ مگر امن میں کوئی خلل نہیں آیا۔ سفارت خانوں کی حفاظت ہو رہی ہے۔ مسٹر فوڈیرک مور نامہ نگار ڈیلی کرانیکل ایک اتفاقیہ گولی سے سخت زخمی ہوئے ہیں۔

(بعد کی خبر) قصر یلدیز کی خبریں متضاد ہیں۔ خبر ہے کہ وہ بالکل محصور ہیں۔ شوکت پاشا نے یلدیز کو موقع دیا ہے۔ کہ وہ چار بجے تک اپنے آپ کو حوالہ کر دے۔ مگر سنا ہے کہ گیریزن ہتھیار رکھنے سے انکار کرتا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ سلطان اعظم ضمانت طلب کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ حملہ آور سخت کارروائی کرنے پر مجبور ہوں۔

(بعد کی خبر) سالونیکا کی ایک خبر مظہر ہے۔ کہ یلدیز کے گیریزن نے بلا وقت اپنے آپ کو حوالہ کر دیا۔ شوکت پاشا شہر میں داخل ہوئے۔ ہر جگہ ان کو چیرز دیئے گئے۔ قسطنطنیہ کے گیریزن سے جو لوگ بھاگ گئے تھے وہ گرفتار کئے گئے ہیں محاصرہ جاری ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ قسطنطنیہ کے گیریزن نے مدافعت کی تیاری کی تھی۔ اور محافظ خانوں کو مستحکم کر لیا تھا۔ مگر سالونیکا کی فوج کی تربیت اور ان کی توپوں کی تیز کاری کے آگے کچھ پیش نہ گئی۔ سالونیکا کی فوج کے چند گولے قصر یلدیز کے صحن میں گرے۔ مقتولین و مجروحین کی تعداد ہنوز غیر تحقیق ہے۔ مگر غالباً کل ہزار سے زیادہ ہے۔

(لنڈن ۲۵ اپریل) شنبہ کی شام امن سے گذری۔ محصور فوج کے ہتھیار لے لئے گئے۔ کئی لیڈروں کو سرسری تحقیقات کے بعد سزائے موت دی گئی۔ کثیر التعداد لوگ معہ یورپین لیڈیوں کے جنگ کا نظارہ دیکھ رہے تھے۔ حملہ آوروں نے نہایت امن و ترتیب کے ساتھ کام کیا ہے۔ معرکہ شب جمعہ سے شروع ہوا ہے۔ دستور پسندوں نے یلدیز کے گرد کی بلندیوں پر قبضہ کر لیا ہے صبح کے پانچ بجے انہوں نے گولا باری شروع کی تھی تقسیم کی بارکوں میں تین گھنٹہ تک جنگ رہی۔ اور دست بدست لڑائی کے بعد وہ مفتوح ہو گیا۔ ایک ہزار آدمی کام آئے۔ یہی منظر تاشقشلہ کی مسجد پر نظر آتا تھا۔

(بعد کی خبر) یلدیز کے گیریزن نے مطیع ہو کر ہتھیار رکھ دیئے گیریزن کا ایک حصہ سقوطری کو چلا گیا تھا۔ پھر یہ سلیمیہ بارکوں کی طرف گیا جس پر البانیوں کا قبضہ ہے۔ اور جس کے مقابلہ پر سالونیکا کی ایک زبردست فوج بھیجی گئی ہے۔ بیرہ کے بھی فتح ہونے کی توقع ہے۔ صرف سقوطری ہی شہر کا ایسا حصہ ہے۔ جہاں لائلسٹ ہنوز مدافعت کر رہے ہیں۔ سلطان کے متعلق کچھ ذکر نہیں ہے۔ خبر ہے کہ باسفورس میں تارپیڈو کشتیاں گشت کر رہی ہیں تاکہ سلطان سقوطری کو نہ چلے جائیں۔

ولایت ادانہ میں قتل عام سے مصیبت آئی ہوئی ہے۔ ۱۵ ہزار آدمی بے خانمان ہو گئے۔ اور فاقہ کشی کر رہے ہیں۔ ۱۹ پروٹسٹنٹ پادری قتل ہوئے ہیں۔ یتامیٰ کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی ہے۔ برٹش وائس قنصل میجر ڈاؤتی وائلی کی سرپرستی میں ایک امداد کمیٹی بنی ہے۔ برطانیہ عظمیٰ اور امریکہ کی پبلک سے اپیل کی گئی ہے۔

بیت المقدس کی خبریں مظہر ہیں۔ کہ تمام طبقوں کے لوگ سابقہ قسطنطنیہ کو تار دیا اور جدید وزارت کو تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے۔ اور کہا گیا دی ہے کہ اگر دستور واپس نہ کیا گیا۔ تو فلسطین کو آزاد قرار دے دیا جائے گا۔

محاصرہ تبریز۔ سینٹ پیٹرسبرگ کے تار مظہر ہیں کہ جنرل زارسکی اُس فوج کی کمان پر ہے۔ جو تبریز کی طرف اپنا کوچ کر رہی ہے

(بعد کی خبر) طہران کا تار مظہر ہے۔ کہ شاہ کا حکم مہلت جنگ کے متعلق فوراً بھیجدیا گیا تھا۔ مگر اسے راستہ میں دیر ہو گئی۔ ریوٹر تبریز سے تار دیتا ہے۔ کہ مطبخ بند ہیں اور فاقہ سے اموات ہو رہی ہیں عورتیں سڑکوں پر پھرتی ہیں۔ ستار خان کہتا ہے کہ میں کبھی اطاعت نہ کرونگا۔ دو ہزار روسی فوج معہ دو باٹریوں کے طفلس سے تبریز کی جانب جا رہی ہیں۔

(لندن۔ ۲۵۔ اپریل) سینٹ پیٹرسبرگ میں سرکاری طور پر اعلان ہوا ہے کہ تبریز میں امن ہوتے ہی روسی فوج ہٹالی جائیگی۔

زلزلہ۔ کل لسبن میں سخت زلزلہ آیا۔ جس سے سراسیمگی پھیل گئی۔ بہت سے مکانات شق ہو گئے۔ مگر کوئی جان نہیں گئی۔

(بعد کی خبر) ریاتمو۔ بناونٹو اور سمورا میں سخت زلزلہ آیا۔ مکانات شق ہو گئے۔ ۲۹۔ آدمی مرے اور سو زخمی ہوئے۔ ۱۲۱ گم ہیں۔

فوج مقابل کی کثرت تعداد کی وجہ سے سلیمیہ بارکوں کی سپاہ نے جس کی تعداد ۴ ہزار تھی۔ اطاعت قبول کر لی۔ اب کل شہر دستوری فوج کے ہاتھ میں ہے۔ مارشل لا جاری ہو گیا ہے تاکہ گرفتاریوں میں آسانی ہو۔ تحقیقات کورٹ مارشل کے ذریعہ سے ہوگی۔ جو لوگ فوجی بغاوت اور وزراء کے قتل کے ذمہ وار تھے۔ ان کی خانہ بخانہ تلاشی ہو رہی ہے۔ بہت سے آدمی گرفتار ہوئے ہیں۔ سلطان المعظم نے ابتک نہایت عزم و استقلال کا ثبوت دیا ہے۔ انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ میں قصر یلدیز کو ہرگز نہ چھوڑونگا۔ خبر ہے کہ وہ دستوری لیڈروں سے تبادلہ پیامات کر رہے ہیں۔ محلات شاہی کے محافظوں سے ہتھیار لے لئے گئے ہیں مگر ان کو ڈیوٹی پر رہنے کی اجازت ہے۔ جو افسر مطیع ہوئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ سلطان المعظم نے ان کو حکم بھیجا تھا کہ مدافعت نہ کرنا اور کہلا بھیجا تھا۔ کہ حملہ آور بھی میرے بچے ہیں اور میں خونریزی نہیں چاہتا۔ اس پر مدافعت موقوف رہی۔

سلطان المعظم شاہی پسند گروہ سے بالکل بے تعلقی ظاہر کرتے

ہمیں خبر ہے کہ ایک کمیشن امر..... کی تحقیقات کے لئے مقرر ہوگی کہ واقعی سلطان کا اس سے کوئی تعلق تھا یا نہیں۔

(بعد کی خبر) قسطنطنیہ کے تار مظہر ہیں۔ کہ مارشل لا سختی کے ساتھ جاری ہے۔ کل شام کے وقت کسی کو سڑکوں پر پھرنے کی اجازت نہ تھی۔ کل شب تک گرفتار شدہ غیر دستور پسندوں اور سوفتوں کی تعداد چار ہزار تک پہنچ گئی تھی۔

شہر کے قبضہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ کثیر التعداد مقدونی ہر قوم کے عیسائی اور یہودی سالونیکا کی فوج کے ہمراہ ہیں۔ لیکن ان کی موجودگی سے فوج اور آبادی کا سابقہ تاسف اس امر کے متعلق اور بھی زیادہ بڑھ گیا ہے۔ کہ وہ مسلمانوں کو مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرتا ہوا دیکھتے ہیں۔

نوجوان ترکوں کی کمیٹی نے ایک اعلان شائع کیا ہے اور اس امر پر افسوس کیا ہے کہ تازہ حالات پارٹی کے اختلاف کا نتیجہ ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ گذشتہ فوجی بغاوت کمینہ اور ذلیل لوگوں کا کام تھا۔ سپاہ کو روپیہ کا لالچ دیکر ان سے وحشیانہ حرکات کرائی گئیں تھیں۔ کمیٹی کا واحد مقصود ناد بوم کی خدمت ہے۔

(بعد کی خبر) قسطنطنیہ کے تار مظہر ہیں۔ کہ وزارت مستعفی ہوگئی ہے۔ پارلیمنٹ سان اسٹیفانوں سے واپس آگیا ہے اور خفیہ اجلاسوں میں سلطان کے حشر پر غور کریگا۔

(لندن ۲۸ اپریل) سلطان عبد الحمید خان معزول ہوگئے ہیں۔ رشاد آفندی نئے سلطان ہوئے ہیں۔ کل یلدیز کی کارروائی ختم ہوگئی۔ سلطان کے ذاتی خدام کل زمین جواب تک مطیع نہ ہوئے تھے۔ انہوں نے سرخ جھنڈا کثیر التعداد فوج کے روبرو سرنگوں کر دیا اور بھگ چھوٹے سے گرفتار کر لئے گئے۔ شہر میں تلاشیاں سختی کے ساتھ جاری ہیں۔ تخمینہ ہے کہ شنبہ سے دس ہزار آدمی قید ہو چکے ہیں۔

(بعد کی خبر) قسطنطنیہ کا ایک تار مظہر ہے۔ کہ پارلیمنٹ خفیہ اجلاس کر رہی ہے۔ عمارت کے گرد آدمیوں کا گروہ کثیر جمع ہے۔ رشاد آفندی کے سلطان مقرر ہونے کا ہر وقت انتظار ہو رہا ہے۔

قسطنطنیہ میں تین کورٹ مارشلوں کا اجلاس ہو رہا ہے۔

شوکت پاشا نے اعلان کیا ہے۔ کہ موجودہ جرائم کے بانیوں کا ملک کے بدترین دشمن کی حیثیت سے استیصال کیا جائے گا۔ تین سو دستوری جنگ میں کام آئے تھے۔ ان کو ایک قبر میں دفن کیا گیا ہے۔

شوکت پاشا کے اس بیان کی وجہ سے پایہ تخت میں فوجی انتظام ہنوز نامکمل ہے۔ پارلیمنٹ نے کیبنٹ سے درخواست کی ہے کہ وہ چند روز اور قائم رہے۔

(بعد کی خبر) جدید سلطان کے اعلان کے لئے (۱۰۱) توپوں کی سلامی سر ہوئی۔

(بعد کی خبر) رشاد آفندی کو سلطان ترکی مقرر کیا گیا ہے۔ ان کی رسم تاجپوشی کل عمل میں آئیگی۔ افواہ ہے کہ عبد الحمید خان کو باسفورس کے پار بھیج دیا گیا ہے۔ اور ان کے حرموں کو مختلف مقامات پر منتقل کر دیا گیا ہے۔

تعلیم الاسلام ہائی سکول کے پرانے طلباء

مولوی شیر علی صاحب ہیڈ ماسٹر مدرسہ تعلیم الاسلام کی خدمات میگزین کی اسسٹنٹ ایڈیٹری کے لئے منتقل کی گئی ہیں۔ اور مولوی صدر الدین صاحب نے سردست پندرہ مہینے کے لئے ہیڈ ماسٹری کا چارج لیا ہے۔ اس تقریب پر حضرت صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب کی تحریک سے سکول کے پرانے طلباء کی ایک کمیٹی قائم کی گئی۔ اور مولوی صاحب موصوف کو ایڈریس دیا گیا۔ اس تقریب کے آخر میں ایک پُر تکلف دعوت بھی دی گئی۔ اس تحریک سے متأثر ہو کر مدرسہ کے اساتذہ اور طلباء نے بھی ایڈریس دیئے۔ جن میں مولوی شیر علی صاحب کی خدمات قابلیت اور حسن اخلاق کا اعتراف کیا گیا۔ فی الواقعہ مولوی شیر علی صاحب ایسا ہیڈ ماسٹر مدرسہ کو ملنا اگر ممکن تو مشکل ضرور ہے۔ جس قدر تعریف اس فرشتہ سیرت انسان کی کی جاوے۔ کم ہے۔ بہر حال اس تقریب پر پرانے طلباء کی ایک ایسوسی ایشن کی بنیاد رکھی گئی جو مدرسہ کی بہتری اور بھلائی اور پرانے طلباء میں محبت و اخوت بڑھانے کے لئے کام کریگی۔ اس مبارک تقریب کے بانی حضرت صاحبزادہ صاحب کی یہ خدمت بھی سلسلہ کی تاریخ میں قابل قدر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اسے بابرکت کرے۔ (آمین)

آریہ سماج کو بائیکاٹ کیا جاوے

ہوشیار پور کے آریہ سماج نے کبیر پنتھیوں کو شدھ کیا تھا۔ اس پر وہاں کی سناتن دھرم سبھا نے اپنا جلسہ کر کے آریوں کو بائیکاٹ کر دیا۔ اور اب ان کے ہاتھ کا چھوا ہوا کھانا ناپاک سمجھا جاویگا اگر سناتن دھرم سبھا ہوشیار پور کا یہ منتر کارگر ہوگیا تو شائد آریہ سماج کو شدھی کے مسئلہ پر نئے سرے سے غور کرنے کی ضرورت پیش آئے۔ مگر میرے خیال میں سماجیوں کو بائیکاٹ کرنے کا رزولیوشن ان کی ترقی کا موجب ہوگا۔ کیونکہ یہ جوشیلی قوم ہے۔

دار الامان کا ہفتہ

۱- اس ہفتہ میں عموماً بارش ہوتی رہی۔ جس کی وجہ سے فصلوں کو نقصان پہونچا۔ شاق ایزدی ہے۔

۲- حضرت امیر المومنین سلمہ اللہ تعالیٰ کی طبیعت بعض اوقات ناساز رہی۔ لیکن اس تحریر کے وقت الحمد للہ آپ کی طبیعت بالکل درست و صاف ہے اپنے دینی مشاغل میں بدستور مصروف ہیں۔

۳- باہر سے احباب آرہے ہیں ڈاکٹر یعقوب خان صاحب وزیری اسسٹنٹ سرجن جہلم سے تشریف لائے ہیں اور منشی عبد اللہ صاحب سیالکوٹ سے۔ ایسے ہی اور بھی اکثر احباب آئے اور گئے۔

۴- بورڈنگ ہوس میں جدید طلباء آرہے ہیں۔ مدرسہ کے انٹرنس کے

بقایا داران احباب

توجہ کر کے از خود اپنا حساب صاف کریں۔ وی۔ پی جو جا رہے ہیں۔ وصول کریں۔

کلکتہ میں مذہبی جلسہ

اس اعلان کے مطابق جس کی اطلاع پہلے ہوچکی ہے۔ کلکتہ کا مذہبی جلسہ بنام "دی کانونشن آف ریلیجنز ان انڈیا" ۹ و ۱۰ و ۱۱- اپریل ۱۹۰۹ء کو بڑی کامیابی سے ہوا۔ اس مذہبی اجتماع کے محرک بابو سرداچرن متر تھے۔ جو ابھی دسمبر گذشتہ میں ہائی کورٹ کلکتہ کی ججی سے پنشن پر آئے ہیں۔ جیسا کہ پہلے اطلاع دی جاچکی ہے اس جلسہ کی تحریک کی پہلی خبر یہاں قادیان میں بھی ۱۳- جنوری کے قریب پہنچی تھی۔ اور کمیٹی منتظمہ کی طرف سے یہ اعلان تھا۔ کہ تمام مضامین ۲۰ جنوری سے پہلے پہلے کلکتہ میں پہنچ جانے چاہئیں۔ چونکہ وقت بہت تنگ تھا یعنے صرف دو تین روز کا وقفہ مضمون لکھنے کے لئے تھا اس لئے میرا خیال تھا کہ ہم اس جلسہ میں مضمون نہیں بھیج سکتے۔ مگر ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب جو اس وقت رخصت پر یہاں موجود تھے اُنھوں نے بہت زور اس بات پر دیا۔ کہ ضرور مضمون ہماری طرف سے اس جلسہ میں جانا چاہئے۔ اور میں سچے دل سے اس بات کا اعتراف کرتا ہوں۔ کہ جو کچھ کامیابی اس جلسہ میں ہم کو ہوئی ہے۔ اس کے لئے مبارکباد کے مستحق سب سے اول میرے مکرم دوست خلیفہ رشید الدین صاحب ہی ہیں۔ خلیفہ صاحب کے اصرار پر حضرت خلیفۃ المسیح کے سامنے یہ امر پیش کیا گیا۔ اور آپ نے بھی پسند فرمایا کہ جس طرح سے ہوسکے۔ اس جلسہ میں شامل ہونے کی کوشش کرنی چاہئے چنانچہ اس کے بعد میں نے یہ مضمون لکھنا شروع کیا۔ اور اس کی نقل ماسٹر فقیر اللہ صاحب ساتھ ساتھ کرتے رہے۔ اس جلدی میں یہ مضمون ایسے وقت میں ختم ہوا۔ کہ قادیان سے ڈاک میں روانہ ہوکر وقت پر کلکتہ نہ پہنچ سکتا تھا۔ چنانچہ خاص آدمی امرتسر بھیجکر وہاں سے یہ مضمون ڈاک میں روانہ کیا گیا۔ اس کے بعد اس جلسہ کی تاریخ جو پہلے اخیر جنوری پر رکھی گئی تھی بدلتی رہی۔ یہاں تک کہ آخری اعلان اس جلسہ کا ایسٹر ہالیڈیز میں یعنی ۹ و ۱۰ و ۱۱- اپریل منعقد ہونے کے لئے کیا گیا۔ مجلس معتمدین نے اپنی طرف سے اس جلسہ میں شمولیت کے لئے خاکسار کو اور مکرمی جناب خواجہ کمال الدین صاحب کو منتخب کیا اور آخر ۲- اپریل کو قادیان سے اس غرض کے لئے میں چلا۔ اور ۶- اپریل کو میں اور خواجہ صاحب لاہور سے کلکتہ میل میں روانہ ہوکر ۸- اپریل کو قریب ۷ بجے صبح کے کلکتہ میں جا پہنچے۔ جہاں سٹیشن پر کلکتہ کی جماعت کے دوست موجود تھے۔ جزاھم اللہ احسن الجزا۔

جلسہ کا افتتاح ۹- اپریل کو ۱۲ بجے ہوا۔ اور جلسہ ٹونٔ ہال کلکتہ کے عالی شان ہال میں ہوا۔ ایک اُونچے پلیٹ فارم پر اُن لوگوں کو جگہ دی گئی۔ جو مختلف مذہبی جماعتوں کی طرف سے بطور وکیل جلسہ میں شامل ہونے کے لئے یا مضمون پڑھنے کے لئے گئے تھے۔ حاضرین کی تعداد دو ہزار کے قریب تھی باہر سے ڈیلیگیٹ بہت تھوڑی تعداد میں تھے۔ اور صدر جلسہ مہاراجہ بہادر دربھنگہ قرار دیئے گئے۔ سب سے اول بابو سرداچرن متر نے مہاراجہ دربھنگہ کو پریذیڈنٹ جلسہ تجویز کرتے ہوئے مختصر الفاظ میں یہ بیان کیا۔ کہ اس جلسہ کی کیوں تحریک ہوئی۔ سردابابو نے یہ مذہبی کانونشن کے خیال کا اصل اس بڑے مذہبی اجتماع کو قرار دیا۔ جو بنام "ورلڈ پارلیمنٹ آف ریلیجنز" ۱۸۹۳ء میں شکاگو (امریکہ) میں ہوا تھا۔ اور یہ بیان کیا کہ سوامی ویکانند نے" جو اس مذہبی پارلیمنٹ میں شریک تھے ہندوستان میں ایسے مذہبی جلسے کے خیال کو فروغ دیا۔ مگر اس جلسے سے واپسی کے جلد ہی بعد سوامی ویکانند کی وفات کی وجہ سے یہ خیال اس وقت عملی صورت نہ پکڑ سکا۔ اور آخر دسمبر گذشتہ میں جب مسٹر متر کلکتہ ہائی کورٹ کی ججی سے پنشن پر آئے تو ویکانند سوسائیٹی کے بعض ممبروں نے اس خیال کو از سرنو زندہ کیا اور آخر وہ عملی صورت میں آیا۔ مسٹر متر نے یہ بھی بیان کیا۔ کہ ان کو اس جلسہ کے انتظام کے لئے بہت تھوڑا وقت ملا۔ اور چونکہ یہ سب سے پہلی کوشش تھی۔ اس لئے باوجود ممبران کمیٹی کے سرگرمی سے کام کرنے کے بعض نقص رہ گئے۔ مگر ان واقعات کو مدنظر رکھکر یہ جلسہ ایک کامیاب جلسہ تھا۔

اس کے بعد مسٹر متر نے یہ بیان کیا کہ مہذب دُنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب ایشیا سے ہی پیدا ہوئے ہیں اور کہ ہندوستان کو یہ فخر حاصل تھا۔ کہ تعداد کے لحاظ سے دُنیا کے اکثر حصّہ ان مذاہب کا پیرو ہے۔ جو ہندوستان سے پیدا ہوئے مگر علاوہ ان مذاہب کے جو ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ بہت سے اور مذاہب اس وقت ہندوستان میں تسلیم کئے جاتے ہیں جیسے اسلام۔ عیسائی مذہب۔ یہودی مذہب۔ زردشتی مذہب۔ اس کے بعد ہندو مذہب اور دیگر مذاہب کے مختلف فرقوں میں چند کے نام لیکر مسٹر متر نے یہ بیان کیا۔ کہ گو یہ مذاہب ظاہر میں بڑے بڑے اختلاف رکھتے ہیں۔ جن سے یہ خیال کیا جاسکتا ہے۔ کہ ہندوستان میں ہمیشہ کے لئے تفرقہ اور اختلاف کا بیج موجود ہے۔ مگر دراصل یہ سارے مذاہب ایک ہی اصل کی مختلف شکلیں ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک مذہب کے پیرو دوسرے مذہب کے اصول کی غلط فہمی کی وجہ سے اس پر ایسے اعتراض کرتے ہیں۔ جو موجب رنجش اور فساد ہوتے ہیں۔ بلکہ بعض تو اپنے ہی مذہب کی غلط فہمی کی وجہ سے دوسروں پر اعتراض کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ مسٹر متر نے یہ بیان کیا کہ اس کانونشن یعنے مذہبی جلسہ کی اصل غرض ایسی غلط فہمیوں کو دُور کرنا تھا۔ تاکہ ہم سب اپنے اپنے مذہبوں کو اور ایک دوسرے کے مذہب کو بہتر سمجھنے کے قابل ہوجاویں۔ اور فساد بغض اور کینہ درمیان سے اُٹھ جاویں۔ اس کے بعد بابو صاحب نے یہ کہا۔ کہ ایسے مذہبی جلسوں کے لئے ہندوستان سے بڑھکر اور کوئی ملک موزوں نہیں ہے۔ جہاں مختلف مذہبی فرقے ایک عادل اور بے تعصب گورنمنٹ کے ماتحت امن سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور اپنے اپنے مذاہب کا وعظ کر رہے ہیں۔ اور چونکہ کبھی کبھی مختلف مذہبی فرقوں کے باہمی اتحاد میں رخنہ اندازی ہوکر فساد کی صورت پیدا ہوجاتی ہے۔ اس لئے بھی ایسے جلسوں کا ہونا ضروری ہے۔ اور ملک کے دور دراز حصوں نے جس طرح ڈیلیگیٹ بھیجکر اس جلسہ میں شمولیت اختیار کی ہے۔ یہ امید دلاتی ہے۔ کہ جس غرض کے لئے یہ جلسہ کیا گیا ہے۔ وہ ایسے متواتر سالانہ جلسوں سے ضرور حاصل ہوکر رہے گی۔

مسٹر متر کی تقریر کے بعد مہاراجہ دربھنگہ نے جو اس جلسہ کے پریذیڈنٹ تجویز کئے گئے تھے اپنی افتتاحی تقریر پڑھی۔ اس تقریر میں مہاراجہ صاحب نے یہ بتلایا کہ اس قسم کی کانفرنسیں جو اغراض مذہبی کے لئے ہوں ہمیشہ سے ہوتی چلی آئی ہیں۔ ابتدا میں برہمن دیگر لوگوں کو ایسی کانفرنسوں میں شامل ہونے کی اجازت نہ دیتے تھے مگر بدھ مذہب کے پھیلنے سے ہندو سوسائیٹی میں ایک بڑا تغیر واقع ہوا۔ اور سب سے پہلا مذہبی کانفرنس جو باقاعدہ طور پر ہوا۔ وہ تھا۔ جو ۵۴۳ قبل مسیح میں بدھ مذہب کے پیرؤوں نے بمقام راجگیر (بہار) کیا۔ دوسرا کانفرنس اُنھوں نے ہی ایک سو سال بعد مظفر پور میں کیا۔ اور تیسرا کانفرنس بدھ مذہب کے راجہ اشوک کے ماتحت ۲۵۵ قبل مسیح میں پٹنہ میں ہوا۔ چوتھا کانفرنس ۷۸ء قبل عیسوی کے قریب جالندہر میں ہوا۔ ساتویں صدی عیسوی میں راجہ ہرشوردھن ہر پانچ سال مذہبی کانفرنس

کیا کرتا تھا۔ اسی طرح پر جین مت کے پیرو مذہبی کانفرنس کیا کرتے تھے جن میں سب سے مشہور وہ مذہبی کانفرنس ہے۔ جو دوسری صدی عیسائی میں متھرا میں ہوا۔ شنکر اچاریہ اور ایک اور شخص پہلے برہمن مصلحین تھے۔ جنہوں نے مذہبی کانفرنسوں کی ٹھیک طرح پر منعقد کئے جانے کی حمایت کی۔ اگرچہ ان کا مقصد مذہبی فتح کا حاصل کرنا تھا۔ مگر جو مذہبی کانفرنس وہ کرتے تھے ان میں اُس وقت کے موجودہ سب مذاہب کے پیرووں کو بلاتے تھے۔ پھر اکبر بادشاہ کے زمانے میں ہم مختلف مذاہب کے پیرووں کی کانفرنسوں کا ذکر پاتے ہیں۔ اور زمانہ حال میں شکاگو اور وینس میں مذاہب کے پارلیمنٹ منعقد ہوئے ہیں۔ اور ایسے کانفرنس وقتاً فوقتاً یورپ کے دوسرے حصوں میں بھی ہوتے رہتے ہیں۔

اس کے بعد مہاراجہ صاحب نے یہ بیان کیا کہ مذہب انسان کی فطرت میں مرکوز ہے۔ دُنیا کے کسی حصہ میں چلے جاؤ۔ اعلیٰ سے اعلیٰ تہذیب یافتہ قوموں سے لیکر ادنیٰ سے ادنےٰ درجہ کے لوگوں کو دیکھ لو۔ ایک اعلیٰ طاقت کی ہستی کو سب جگہ تسلیم کیا گیا ہے۔ یہ سب مذاہب اس تلاش کو ظاہر کرتے ہیں۔ جو انسان کی فطرت میں اپنے خالق حقیقی کے لئے رکھی گئی ہے۔ اور سب کا مقصد یہی ہے کہ وہ خدا کو پائیں۔ مگر خدا ان سب میں موجود ہے۔ اور وہ ان تمام مذاہب کے ذریعہ اپنے بندوں کو ایک ہی طرف بلا رہا ہے۔ اگرچہ وہ وقت نزدیک نہ ہو۔ لیکن سب کے سب انسان مختلف راہوں سے ایک ہی وسیع مذہب کی طرف حرکت کر رہے ہیں۔ اور وہ مذہب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ سب کا مالک اور سب انسان بھائی بھائی ہیں۔ اسی صداقت پر انسانوں کو پہنچانے کے لئے ہم سب یہاں جمع ہوئے ہیں۔ اس کے بعد پریذیڈنٹ نے سرسری طور پر بڑے بڑے مذاہب کا ذکر کیا۔ اسی ذکر میں اسلام کے متعلق یہ کہا۔

”اسلام کا مفہوم یہ ہے۔ کہ انسان صدق دل سے اپنے تئیں مالک حقیقی کے سپرد کر دے اور خدا تعالیٰ کی مرضی کا تابع ہو جاوے۔ جلیل الشان نبی عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمام مسلمانوں کے لئے پانچ فرائض کا بجالانا فرض قرار دیا ہے۔ اوّل یہ ایمان کہ خدا ایک ہے دوسرے پانچ نمازوں کا ہر روز ادا کرنا۔ تیسرے زکوٰۃ دینا۔ چوتھے رمضان کے روزے رکھنا۔ پانچویں عمر میں ایک دفعہ حج کرنا۔ جزا و سزا کے دن پر ایمان لانا۔ اس مذہب کا ایک ضروری عقیدہ ہے۔ جس میں انسان کو یہ تعلیم دی گئی ہے۔ کہ اس کو اپنی زندگی مفید اور نیک کاموں میں صرف کرنی چاہئے۔ اور وقت کو لہو و لعب اور فضول کاموں میں ضائع نہ کرنا چاہئے۔ ہر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ تمدن کے مختلف مراتب میں دولتمند گو یا غریب آدمی کا قدرتی محافظ ہے۔ اور غریب آدمی دولتمند کی میز پر بیٹھ سکتا ہے۔ مسلمان سوسائٹی میں امرا اور غربا کے درمیان کینہ انگیز تفاوت اور امتیاز کہیں نہیں رکھا گیا۔ اور کم سے کم چالیسواں حصہ مال کا غربا کی امداد کے لئے دیا جاتا ہے۔ یہ عظیم الشان مذہب اسلام کی خالص اور سچی تعلیم ہے۔“

دوسرے مذاہب اور ہندو مذہب کا ذکر کرنے کے بعد اور ڈیلیگیٹوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مہاراجہ صاحب نے اپنی تقریر کو ان الفاظ پر ختم کیا کہ ”انجام کار ایک ہی مذہب رہ جائیگا جو خدا کی محبت اور انسان کی محبت کا اظہار ہوگا۔ خدا کرے۔ کہ یہ مذاہب کی پارلیمنٹ دُنیا کی تاریخ میں اس عظیم الشان دن کے لانے کا ذریعہ ہو۔“

پریذیڈنٹ کی افتتاحی تقریر کے بعد جلسہ کی اصل کارروائی سب سے پہلے یہودی مذہب پر مضامین پڑھے گئے۔ یہودی مذہب پر تین مضمون پروگرام میں درج تھے۔ جن میں سے پہلا مضمون مسٹر اسحٰق اور دوسرا مسٹر کوہن نے پڑھا۔ مسٹر اسحٰق کا مضمون دلچسپ تھا۔ نہ اس لئے کہ راقم مضمون نے یہودی مذہب کی اصل حقیقت کو پیش کیا۔ بلکہ اس لئے کہ اُس نے یہودی مذہب کی طرف وہ باتیں منسوب کیں جو آجکل تعلیمیافتہ گروہ میں عمدہ مذہب کی اچھی صفات سمجھی جاتی ہیں۔ اس مضمون کا خلاصہ یہ تھا۔ کہ یہودی مذہب کی بنا معجزات یا کسی مخفی امر پر نہ تھی۔ بلکہ یہ ایک بیّن الثبوت قومی مذہب تھا۔ یہودی مذہب کا اصل الاصول یہ تھا۔ کہ ایک قادر و مقتدر ہستی خدا تعالیٰ پر ایمان لایا جاوے۔ ایک ہی شریعت ہو۔ اور سب انسان برابر ہوں۔ فاضل مضمون نویس نے سامعین کو یہ بھی یقین دلانے کی کوشش کی کہ یہودی مذہب کی سب سے بڑی کوشش اور اہم ترین مقاصد ہمیشہ سے یہ رہا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی ربوبیت عامہ کے نیچے تمام انسانوں کو عام صلح اور نیک اندیشی اور روشنی کے نیچے لاکر ایک ہی اخوت کے سلسلہ میں منسلک کیا جائے۔ اُس نے یہ بھی بیان کیا کہ اسلام اور عیسائی مذہب یہودی مذہب سے نکلے ہیں۔ اور مسیح علیہ السلام اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہودی مذہب کی تمام عمدہ باتوں کو اپنے مذہب میں لے لیا ہے۔ یہودی مذہب یا یہودی قوم کی ایک یہ بھی خوبی بیان کی گئی۔ کہ گو وہ تین ہزار سال سے ہر طرف مار ہی کھاتے چلے آئے ہیں۔ اور خصوصاً عیسائیوں کے نیچے وہ کئی صدیوں تک وہ سخت مظالم اور تکالیف کا نشانہ بنے رہے۔ مگر باایں اُنہوں نے اپنی قومیت اور مذہب کو کھویا نہیں۔

یہودی مذہب کے بعد زرتشتی مذہب۔ بُدھ مذہب۔ جَین مذہب اور برہمو مذہب پر مضامین پڑھے گئے۔ بُدھ مذہب پر ایک پرچہ سوامی دہرم پال کا تھا۔ یہ سوامی صاحب امریکہ میں بھی ہو آئے ہیں۔ جب اِن کے مضمون کی باری آئی۔ تو بجائے اپنا مضمون سُنانے کے اُنہوں نے ایک غیر متعلق لیکچر دینا شروع کر دیا۔ جس میں اندازِ اطمینان قلب پر زور تھا۔ پریذیڈنٹ نے اس موقعہ پر اخلاقی جرأت سے کام لیکر سوامی صاحب کو روکا۔ کہ اس طرح پر لیکچر دینے کی اجازت نہیں۔ جو مضمون پہلے لکھا ہوا ہے۔ وہ سُنایا جاوے۔ عجیب بات یہ ہے۔ کہ وہ لیکچرار جو ابھی جوش و خروش سے اطمینان قلب کا وعظ کہہ رہا تھا۔ صرف اتنی اور بالکل واجب بلکہ ضروری ہدایت پر ایسا گھبرایا۔ کہ اس کے ہاتھ پاؤں کانپنے لگے۔ اور مُنہ سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا۔ اور اسی اضطراب کی حالت میں وہ اپنی جگہ پر آبیٹھا اور مضمون نہ سُنایا۔ مسٹر مستری نے اُس موقعہ پر کھڑے ہو کر یہ ظاہر کیا۔ کہ ہم نے کوئی ناواجب مطالبہ نہیں کیا بلکہ یہ ضروری ہے کہ قواعد کی پابندی کی جاوے۔ ورنہ ہر ایک شخص بجائے اصل مضمون کے پڑھنے کے جو جی میں آیا کہہ دیگا اس کے بعد دوسرا مضمون شروع کیا گیا۔ جس کے ختم ہونے کے بعد سوامی دہرمپال کے ایک دوست نے معذرت کر کے مضمون کے سُنا جانے کی اجازت چاہی۔ چنانچہ وہ مضمون پڑھا گیا۔ اس واقعہ کے ذکر کرنے سے میری غرض یہ ہے۔ کہ لفاظی اور چیز ہے۔ اور حقیقت اور چیز۔ بہت لوگ ہیں۔ جو اس زمانہ میں صرف لفظوں سے لوگوں کو خوش کرنا چاہتے ہیں اور بہت ہیں۔ جو صرف لفظوں سے خوش ہو جاتے ہیں۔ مگر اصل حقیقت موقعہ پر معلوم ہوتی ہے۔ بُدھ مذہب خدا کی ہستی کے انکار میں دہریت تک پہنچ گیا ہے۔ یہ الزام گوتم بُدھ پر نہیں۔ کیونکہ اُس کی قبولیت بتاتی ہے۔ کہ وہ ایک راستباز آدمی تھا۔ مگر اس کے بعد بُدھ مذہب نے یہ رنگ اختیار کر لیا ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کا انکار پایا جاتا ہے۔ سو لفظ تو ان کے پاس بہت ہیں۔ مگر ان لفظوں

کے نیچے حقیقت کچھ نہیں۔ الا یذکر اللہ تطمئن القلوب۔

دوسرے دن کی کارروائی بھی ۱۲ بجے شروع ہوئی پہلے دن کی کارروائی میں اس قدر امر اور قابل ذکر ہے۔ کہ سوائے پہلے پیپر کے جو یہودی مذہب پر پڑھا گیا۔ اور جس کی طرف شائد ابتدائی پرچہ ہونے کی وجہ سے سامعین نے بہت توجہ کی۔ باقی پرچے عموماً بہت بے توجہی سے سُنے گئے۔ اور جب مضامین پڑھنے والوں نے سامعین کی بے توجہی کو دیکھ کر بھی اپنے مضمون کو ختم نہ کیا۔ تو غیر مہذبانہ طرز اختیار کی گئی۔ کہ تالیاں پیٹ کر مضمون پڑھنے والے کو خاموش کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس بے توجہی کی وجوہات بہت سی معلوم ہوتی ہیں۔ مگر سب سے بڑی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ خود کانوکیشن کے لیے کوئی خاص مضمون تجویز نہیں کیا گیا۔ جو لوگوں کی دلچسپی کا باعث ہوتا۔ ایسے مذہبی مجمع کے لیے مناسب یہ تھا۔ کہ ایک یا زیادہ سوال تجویز کئے جاتے اور ان کے جواب مختلف مذاہب کے حامیوں سے طلب کئے جاتے۔ اس سے سُننے والوں کو بھی ایک اشتیاق پیدا ہوتا۔ اور سُننے والے بھی اور لکھنے والے بھی زیادہ محتاط ہوتے اپنے فرقہ یا مذہب کے حالات عقائد وغیرہ کے متعلق مضمون لکھنا اور وہ بھی اس قدر کہ آدھ گھنٹہ میں سُنایا جا سکے اس میں لکھنے والوں کو بھی بڑی مشکلات تھیں۔ اور سُننے والے بھی حیران تھے۔ کہ عموماً وہی باتیں ان مضامین میں پیش کی گئیں جو روز سُنتے تھے۔ میری رائے میں اس جلسہ کے مضامین میں زیادہ دلچسپی سامعین کی طرف سے نہ ہونے کی بڑی وجہ یہی تھی۔ توجہ کو ایک طرف لگانے کے لئے کوئی بات اس توجہ کے کھینچنے والی ضرور ہونی چاہئے۔ اور وہی ان مضامین میں موجود نہ تھی۔ ایک شخص نے بدھ مذہب پر مضمون شروع کیا۔ تو سوائے بُدھ کے قصے کے اور کوئی تذکرہ نہیں۔ ایسا ہی ہر ایک مضمون نویس نے جو پہلو چاہا۔ اختیار کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر مضامین میں ضروری دلچسپی پیدا نہ ہوئی۔ اور اکتائے ہوئے ناظرین نے بعض وقت تنگ ہو کر اس طرز سے مضمون پڑھنے والے کو بند کرنے کی کوشش کی جس کا ذکر میں نے اوپر کیا ہے۔

دوسرے دن کی کارروائی کا ابتدا، عیسائی مذہب سے ہوا۔ رائے نرندرو ناتھ سین بہادر کی تقریر کا خلاصہ جنہوں نے اس دوسرے جلسہ کا افتتاح کیا یہ تھا۔ کہ یہ مذہبی کانوکیشن ایک ایسے وقت میں ہوا ہے جبکہ اس ملک کے لوگوں کا قومی احساس از سر نو زندہ ہوا ہے۔ مگر اس قومی سپرٹ میں نئی روح پیدا ہونے سے ہماری ذمہ واریاں اور بھی بڑھ گئی ہیں۔ اور جو سوال اس وقت ہمارے سامنے پیش ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ہم اپنی قومی زندگی کو کس راہ پر چلائیں۔ کہ اس کی ترقی صحیح اصول پر ہو۔ مذہب کے سوال کو قوم بنانے کے سوال سے بڑا بھاری تعلق ہے۔ اب تک ہمارا ایک پولیٹیکل کانگریس اور کئی پولیٹیکل کانفرنسیں سال بسال ہوتی ہیں۔ اور ان کے ساتھ تمدنی کانفرنس ٹمپرنس کانفرنس اور ایسی کانفرنسیں بھی ہوتی رہتی ہیں۔ مگر ہمارے مذہب کا کیا حال ہے؟ کیا ایک مذہبی کانفرنس سب سے زیادہ ضروری امر نہیں ہے؟ کیا اس سارے پولیٹیکل کام نے جو اب تک ہم نے کیا ہے۔ ہندو مسلمانوں کے فسادوں یا سنی شیعہ کے فسادوں کا خاتمہ کر دیا ہے؟ لیکن اگر ہم مذہب کی طرف اس قدر توجہ کرتے۔ تو مذہب کے ذریعہ سے ان فسادوں کا خاتمہ ہو سکتا تھا۔ دوسری طرف دیکھو۔ کہ مذہب کے نہ ہونے کی وجہ سے ہمارے درمیان کس قسم کی بدیاں پیدا ہو گئی ہیں جن مشکلات میں سے ہندوستان اس وقت گذر رہا ہے۔ وہ لامذہبی اور مذہب سے خالی تعلیم کا نتیجہ نہیں۔ تو اور کیا ہیں؟ یہ انارکسٹ تحریک جو اس وقت ہمارے درمیان پیدا ہو گئی ہے لامذہبی کا نتیجہ نہیں تو اور کیا ہے؟ پس ایک غور کرنے والا انسان آسانی سے دیکھ سکتا ہے۔ کہ ایک ایسا مذہبی جلسہ جیسا کہ ہم آج کر رہے ہیں۔ وہ ہر قسم کے جلسوں اور تحریکوں سے بہت بڑھ کر مفید ہے۔ اگر کوئی ایسی چیز ہے جس کی ہمیں سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ تو وہ ایک مذہبی کانفرنس یا مذہبی کانوکیشن ہے .... یہ بہت ہی افسوس کی بات ہے کہ کلکتہ میں بہت ہی تھوڑی ایسی انسٹیٹیوشنیں ہیں۔ جو مذہب کے لیے قائم کی گئی ہوں .... یہ ایک یقینی بات ہے کہ آئندہ چند ہی سالوں میں ہم ہندوستان میں ایک نئی مذہبی تجدید کی خوش کرنے والی آواز سُنیں گے۔ ہمیں اپنے سامنے ایک نئے زمانہ کا آغاز نظر آتا ہے"

اس افتتاحی تقریر کے بعد پادری ہربرٹ اینڈرسن نے اپنا مضمون عیسائی مذہب پر پڑھا۔ ابتدا میں پادری صاحب نے یہ بیان کیا۔ کہ عیسائی مذہب کی بنیاد چند تاریخی واقعات پر ہے اس تاریخی منبع سے نکل کر عیسائی مذہب خدا کی وحی پر مبنی ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے اور اس میں اصولی طور پر ایک مقدس اور اپنے آپ کو ظاہر کرنے والے خدا کو ماننا پڑتا ہے۔ اور یہ ایک کفارہ کا مذہب ہے۔ کفارہ کو بیان کرنے کے بعد پادری صاحب نے فرمایا۔ کہ اگر تاریخی طور پر عیسائی مذہب کی ترقی کو دیکھا جاوے تو معلوم ہوگا۔ کہ اس مذہب نے دنیا میں بغیر تلوار کی مدد کے استحکام حاصل کیا۔ اور ابتدائی صدیوں میں باوجود حکومت کی مخالفت کے اور اذیت کے یہ مذہب ترقی کرتا رہا۔ اس مذہب میں کبھی کوئی دنیوی کشش نہیں ہوئی (اس کی صداقت پر پادری صاحبان کے مذہب پھیلانے کے موجودہ طریق کافی گواہ ہیں) اس مذہب نے جن ملکوں میں قدم رکھا وہاں کے سوال انسٹیٹیوشنوں میں کوئی دخل نہیں دیا۔ اور نہ ہی ان کی رسوم اور رواجوں کو چھیڑا بشرطیکہ ان میں بت پرستی نہ ہو۔ یا خلاف اخلاق فاضلہ نہ ہوں۔ اس مذہب کی حقیقت بیان کرتے ہوئے پادری صاحب نے یہ کہا۔ کہ عیسائی مذہب کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ انسانی فطرت کی مخفی گہرائیوں سے پیدا ہوا ہے۔ نہ ہی یہ کوئی زندگی کا فلسفہ ہے اور نہ ہی کوئی علمی سلسلہ ہے۔ بلکہ اس کا دعویٰ یہ ہے۔ کہ اپنے بانی کی ذات میں یہ مجسم صداقت ہے عیسائی مذہب کے بانی کا ذکر کرتے ہوئے پادری صاحب نے فرمایا۔ کہ یسوع مسیح کی خدائی ان کے نزدیک نہ عقلی رنگ میں اور نہ اخلاقی رنگ میں کوئی مشکل پیش کرتی ہے۔ ان کا واہمہ اس بات پر حیران نہیں ہوتا۔ کہ خدا اس قابل ہو گیا۔ کہ انسانی زندگی میں گھر بنا لے۔ خواہ اور لوگوں کو یہ بات کیسی ہی ناقابل تسلیم معلوم ہو۔ مگر ان کے نزدیک یہ ایک اظہر من الشمس بات ہے۔ کہ ان کو کیلوں سے زخمی شدہ پاؤں پر گر کر چلا اُٹھنا چاہئے۔ کہ اے میرے آقا۔ اے میرے خداوند کفارہ کے متعلق پادری صاحب نے یہ بیان کیا۔ کہ عیسائی مذہب بے شک ایک ایسا کفارہ لایا ہے۔ جو انسانوں کی ضرورت اور گناہوں کے مطابق ہے۔ مگر نجات کو حاصل کرنا ہر ایک انسان کے اپنے اس عقیدہ پر مبنی ہے۔ کہ وہ مسیح کے متعلق

کیا خیال کرتا ہے۔

اس مضمون کے ختم ہونے کے بعد دو اور مضمون عیسائی مذہب پر دو پادری صاحبان نے پڑھے۔ جن میں سے ایک رومن کیتھولک تھے۔ عیسائی مذہب کے بعد اسلام پر مضامین تھے۔ پہلا مضمون مولوی مرزا ابوالفضل صاحب کا۔ اور دوسرا مولوی خدابخش صاحب کا۔ تیسرا وہ جو خاکسار راقم نے لکھا تھا۔ یہ تین مضمون انگریزی زبان میں تھے اور چوتھا مولوی کمانڈیکار امین الدین احمد صاحب کا جو بنگالی زبان میں تھا۔ آج کے دن تیرہ پرچے پڑھے جانے والے تھے۔ اور وقت صرف ساڑھے چار گھنٹے تھا۔ اس میں سے کچھ وقت افتتاحی تقریر میں صرف ہو کر عیسائی صاحبان کے مضامین قریب سوا دو بجے کے ختم ہوئے۔ اس کے بعد آدھ گھنٹہ کا وقفہ تھا۔ گویا باقی دس مضامین کے لئے صرف سوا دو گھنٹے باقی رہ گئے تھے۔ اس لئے منتظم کمیٹی نے باقی مضامین پڑھنے والوں سے درخواست کی کہ وہ وقت مقررہ یعنی نصف گھنٹہ سے بھی تھوڑا وقت لینے کی کوشش کریں گے اور چونکہ سارے پرچے جلسہ کی رپورٹ میں بکمال چھپ جائیں گے اس لئے اگر خلاصہ کے طور پر جلسہ میں سُنا دیئے جاویں۔ تو سب صاحبان کو تھوڑا تھوڑا وقت مل سکتا ہے۔ آدھ گھنٹہ کے وقفہ کے بعد اسلام پر مضامین شروع ہوئے۔ جن میں سے سب سے پہلا پرچہ مولوی مرزا ابوالفضل کا تھا۔ یہ صاحب کلکتہ کے ہی رہنے والے ہیں۔ انہوں نے اپنے پرچے کے بہت سے مضمون کو چھوڑ کر تھوڑا تھوڑا متفرق مقامات سے سُنایا۔ خلاصہ اس مضمون کا یہ تھا۔ کہ وہ اسلام جو آنحضرت صلعم نے سکھایا۔ وہ کوئی نیا یا نرالا مذہب نہ تھا۔ بلکہ آپ کا یہ دعوےٰ تھا۔ کہ آپ اس سچے مذہب کو از سر نو دُنیا میں قائم کرنے آئے ہیں۔ جو پہلے نبیوں کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے دُنیا میں قائم کیا تھا۔ اور یہ جو جو غلطیاں ان مذہبوں میں داخل ہو گئی ہیں۔ ان کو دور کر کے سچے مذہب کو پھر زندہ کرنے آئے ہیں۔ اسلام نے فرقہ بندی اور مذہب کے اختلاف کی وجہ سے لوگوں میں کچھ فرق نہیں کیا۔ بلکہ اس کی تعلیم نہائت وسیع اصول پر مبنی ہے اور اُس نے یہ تعلیم دی ہے۔ کہ سب لوگ آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ پس ہر ایک مذہب کے لوگوں سے معاملات کرنا یا ان سے تعلق پیدا کرنا اور ان میں شادی کرنا۔ ان باتوں سے اسلام نے روکا نہیں۔ بلکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حالانکہ آپ بُت پرستی کے سخت خلاف تھے۔ اپنی تین لڑکیوں کا نکاح بُت پرستوں سے ہی کیا تھا۔ اگرچہ اسلام کے ابتدائی تکلیف کے دنوں میں اس کا نتیجہ اچھا ثابت نہ ہوا۔ بعض اور بُت پرستوں کے گھروں میں بھی مسلمان بیبیاں تھیں۔ اور ان سے نکاح اسی طرح آنحضرت نے جائز قرار دیئے۔ جیسے کہ مسلمان مردوں کے مشرک عورتوں کے ساتھ۔ یہ وہ عملی اخوت کی تعلیم تھی جس میں نہ کسی قوم کا اور نہ کسی فرقہ کا خیال درمیان میں حائل تھا۔ اس کے بعد یہ بیان کیا گیا کہ تمدنی اصلاحات کے متعلق اسلام نے کیا پہلو اختیار کیا۔ اور سرسری طور پر ان اصلاحات کا ذکر کیا۔ سب سے پہلے مولوی صاحب نے یہ بیان کیا۔ کہ اسلام نے عورتوں کے متعلق کیا اصلاح کی۔ انہوں نے کہا کہ اسلام نے عورتوں کی عزت کرنے کی تعلیم صاف الفاظ میں دی ہے اور تمدنی زندگی میں عورت کا پایہ مرد سے کسی طرح کم نہیں رکھا گیا اس کی بیاہی ہوئی زندگی نہائت خوشگوار تھی۔ کیونکہ نکاح اسلام کی تعلیم کے متعلق خالی معاہدہ ہی نہیں۔ نہ ہی یہ کوئی ایسا جوڑ تھا جس کا توڑنا فریقین کی مرضی پر منحصر ہو۔ بلکہ یہ ایک خدا کا قائم کردہ سلسلہ تھا۔ ایک بالغ عورت کو یہ اجازت تھی۔ کہ وہ اپنے ولی کی مرضی کے بغیر اپنے اختیار سے کسی سے نکاح کرے یا نہ کرے۔ تعدد ازدواج۔ لونڈیوں کا گھر میں رکھنا۔ طلاق اور پردہ ان میں سے کوئی بھی اسلام کی تعلیم میں شامل نہیں۔

اس مضمون کے بعد مولوی خدابخش صاحب نے اپنا مضمون اسلام پر پڑھا۔ اس کے بعد ہمارے پرچہ کے پڑھا جانے کی باری آئی۔ اس وقت کوئی ساڑھے تین بجے کا وقت ہو چکا تھا اور سامعین بھی تھکے ہوئے تھے۔ دوسری طرف اسلام پر دو مضمون پڑھے جا چکے تھے۔ اور اس لئے بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ اب اسلام پر کسی اور پرچہ کو دلچسپی سے سُنا جائیگا۔ اسی حال میں میرے مکرم دوست خواجہ کمال الدین صاحب مضمون سُنانے کے لئے اُٹھے۔ اور سب سے پہلے آپ نے باواز بلند کلمۂ شہادت ادا کیا۔ اس کے بعد آپ نے یہ بیان کیا۔ کہ وقت کی تنگی کی وجہ سے منتظم کمیٹی کی طرف سے مجھے یہ ہدائت ہوئی ہے۔ کہ مضمون کو مختصر کر کے سُناؤں۔ مگر ایسے وقت میں اختصار تو میں نہیں کر سکتا۔ ہاں کمیٹی کے حکم کی تعمیل میں یہ کر سکتا ہوں۔ کہ بعض حصے اس مضمون کے آپ لوگوں کو سنا دوں۔ اور بعض چھوڑ دوں۔ جن کو آپ بعد میں چھپی ہوئی رپورٹ میں پڑھ سکتے ہیں۔ پھر آپ نے یہ بیان کیا کہ اخوت اور نیکی کی تعلیم تمام مذاہب میں مشترک ہے۔ اور اصل موضوع اس جلسہ کے مضامین کا یہ ہے۔ کہ ہر ایک مذہب اور فرقہ اپنی خاص تعلیمات کا ذکر کرے۔ یہ اس بات کے سمجھانے کے لئے تھا۔ کہ جتنے پرچے اب تک ہو چکے تھے۔ ان میں اس بات پر زور دیا گیا تھا۔ کہ ہمارے مذہب میں نیکی اور اخوت کی تعلیم ہے۔ حالانکہ اس بات سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ ہر ایک مذہب میں نیکی کی تعلیم موجود ہے۔ اس تمہیدی ریمارک کے بعد خواجہ صاحب نے مضمون سنانا شروع کیا۔ میں اس وقت اونچی ڈائیس پر بیٹھا ہوا تھا جہاں سے تمام سامعین کو دیکھ سکتا تھا۔ اور ابتدا سے ہی اللہ تعالیٰ کے خاص تصرف کو دیکھ رہا تھا۔ سامعین میں صرف گنتی کے چند مسلمان تھے۔ اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے۔ اخیر وقت ہو چکا تھا۔ اسلام پر دو مضمون لوگ سُن چکے تھے۔ اور جس طرح پر یہ مضمون سُنے گئے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ اب اسی مذہب پر اور مضمون سُننے کے لئے لوگ تیار نہیں۔ مگر اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا تصرف ہوا کہ سامعین گویا کسی کشش کے نیچے لائے گئے ہیں۔ وہ ہال جس میں کسی لیکچر کے وقت بھی اِدھر اُدھر کی آوازیں بند نہ ہوئی تھیں۔ اس پر اس مضمون کے پڑھا جانے کے وقت گویا ایک موت چھائی ہوئی تھی۔ اور سوائے لیکچرار کی آواز کے اور کوئی آواز سُنائی نہ دیتی تھی۔ سارے مضمون کے اثنا میں میں نے بغور مطالعہ کیا۔ مگر ایک شخص نے بھی دوسرے سے کلام نہیں کی۔ ہاں موقعہ موقعہ پر لوگ خوشی سے چیرز دیتے تھے۔ اس نقشہ کو دیکھ کر ہمارے بعض دوست جو اس وقت ہال میں موجود تھے۔ کیونکہ کلکتہ کی جماعت کے تمام دوست آج اسی جگہ حاضر تھے۔ کرسیوں سے اُٹھ کر سجدے میں گر گئے۔ اور کسی کی پرواہ نہیں کی۔ اس مضمون کا خلاصہ دینا میں اس لئے ضروری نہیں سمجھتا۔ کہ یہ سارا عنقریب اردو میں بھی شائع ہو جائیگا۔ چونکہ مضمون کے بہت سے حصے چھوڑ دیئے گئے تھے۔ اس لئے

قریباً بیس منٹ میں مضمون ختم ہوگیا۔ سامعین کی یہ حالت تھی کہ وہ اس بات کے لئے ہرگز تیار نہ تھے۔ کہ یہ مضمون اس قدر جلدی ختم ہو وہ ابھی بیٹھے ہی تھے۔ کہ اُن کے سامنے سے دستر خوان اٹھا لیا گیا۔ چنانچہ اس کا اظہار بہت سے نوجوان بنگالی ہندوؤں نے لیکچر کے خاتمہ پر کیا اور ہم سے کہا کہ ہمیں بہت ہی افسوس ہے۔ کہ آپ کا مضمون تمام و کمال نہ پڑھا گیا اور ہمیں سخت رنج ہے۔ کہ آپ کا وقت کیوں کم کیا گیا۔ ہم ابھی بہت کچھ سُننے کے مشتاق تھے۔ غرض کہ اس طرح پر اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و نصرت اور تائید سے یہ مضمون اس عظیم الشان جلسہ میں سُنایا گیا۔ جب خواجہ صاحب مضمون ختم کرنے کے بعد واپس آ رہے تھے۔ تو ڈائس پر جسقدر ڈیلیگیٹ بیٹھے تھے۔ اور جہاں جہاں سے خواجہ صاحب گذرتے تھے۔ وہ سب ان کو مبارکباد دیتے تھے۔ یہ ایک ایسی بات ہے۔ کہ جلسہ کے تین دنوں میں کسی اور مضمون سُنانے والے کے متعلق نہیں ہوئی۔ ابھی مضمون سُنائے ہوئے دس پندرہ منٹ ہی ہوئے تھے اور دوسرے مضمون سُنائے جا رہے تھے۔ کہ منتظم کمیٹی کے سکرٹری ہمارے پاس ایک رقعہ لائے اور یہ دریافت کیا کہ آپ کتنے دن اور یہاں ٹھہر سکتے ہیں۔ یہ رقعہ مسٹر متر پریزیڈنٹ منتظم کمیٹی کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔ جس میں انہوں نے سکرٹری کو یہ لکھا تھا۔ نامی ڈیٹر گنہیا لعل امیں یہ تجویز کرتا ہوں کہ مولوی محمد علی سے جو قادیان سے آئے ہیں۔ یہ کہا جاوے کہ وہ کسی اور جگہ پر شاید وویکانند سوسائٹی میں لیکچر دیں۔ چنانچہ اسی غرض کے لئے سکرٹری مذکور نے یہ دریافت کیا تھا۔ کہ ہم کتنے دن اور ٹھہر سکتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے ان کو کہا کہ ہم زیادہ سے زیادہ ۱۲ اپریل تک یہاں ٹھہر سکتے ہیں۔ اور ۱۲-اپریل کی شام کو یہاں سے ہمارا روانہ ہو جانا ضروری ہے۔ اس جواب پر مسٹر متر اور اُن کے معاونین نے یہ کہا کہ ۱۱-اپریل کی شام کو تو کانونشن ختم ہوگی اور صرف ایک دن کا وقفہ لیکچر کے اشتہار اور اس کے متعلقہ ضروری انتظاموں کے لئے کافی نہیں ہے۔ پھر انہوں نے یہ کہلا بھیجا کہ آپ لوگ پھر کسی دوسرے وقت پر فرصت نکال کر آویں۔ اور یہاں کئی لیکچر دیں۔ کیونکہ بہت لوگ آپ سے سُننے کے مشتاق ہیں۔ اثنائے مضمون میں ایک جگہ پیغام صلح کا بھی ذکر آیا تھا۔ اور اسی موقعہ پر جناب خواجہ صاحب نے یہ کہہ دیا تھا کہ اس رسالہ کی چند انگریزی کاپیاں ہمارے پاس موجود ہیں۔ لیکچر کے بعد جو لوگ چاہیں لے سکتے ہیں۔ چنانچہ تین چار سو رسالہ دست بدست تقسیم ہوگیا۔ مگر اتنے بڑے جلسہ میں اتنی کاپیوں سے کیا ہو سکتا تھا۔ بہت لوگ مانگتے رہے۔ مگر کوئی کاپی باقی نہ رہی تھی۔ اس مضمون کے بعد مولوی بنگالی زبان میں مولوی امین الدین احمد صاحب کا مضمون سُنایا گیا۔ پھر سکھ مذہب۔ تھیوصوفی اور دیو دھرم پر مضامین سُنائے گئے۔ لیکن چونکہ بعض لوگ جن کے نام پروگرام میں درج تھے۔ جلسہ میں حاضر نہ ہو سکے۔ اس لئے قریباً ساڑھے پانچ بجے آج کی کاروائی ختم ہوگئی۔

جلسہ برخاست پر مسٹر متر نے بڑی خوشی سے میرے پاس آکر یہ کہا۔ کہ آپ کا پرچہ بہت اعلیٰ درجہ کا تھا۔ ایک یورپین صاحب نے جو جلسہ میں حاضر تھے خواجہ صاحب سے کہا کہ مجھے یہ سُن کر بہت خوش ہوا۔ کہ آپ نے عیسائی مذہب کا خاتمہ کر دیا۔ اور اگر کوئی صداقت مجھے آپ کے مذہب سے مل سکے۔ تو میں اُسے لینے کے تیار ہوں۔ بنگالی نوجوان رستہ میں ہم سے ملتے تھے اور بڑی خوشی سے حال دریافت کرتے تھے اور یہ کہتے تھے۔ کہ ہم آپکے سلسلہ کے حالات سُننے کے بہت مشتاق ہیں۔ وہ یہ بھی تعجب سے کہتے تھے کہ اسلام کی تعلیم ایسی عجیب ہے۔ اور افسوس ہے۔ کہ عام مسلمان اس کا کیا نقشہ پیش کر رہے ہیں۔ رات کو مہاراجہ دربھنگہ کی کوٹھی پر ڈیلیگیٹوں کی کمیٹی ہوئی جس میں میں اور خواجہ صاحب بھی شامل تھے۔ اس کمیٹی میں یہ فیصلہ کیا گیا۔ کہ یہ مذہبی جلسہ سال بسال ہوا کرے۔ اور آئندہ سال دسمبر یا جنوری میں مدراس یا بمبئی میں یہ جلسہ ہو۔ ایک مستقل کمیٹی اس جلسہ کے انتظام کے لئے تجویز کی گئی جس میں جناب خواجہ کمال الدین صاحب اور ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب ممبر مقرر ہوئے۔ اس کمیٹی میں مہاراجہ دربھنگہ سے ملاقات ہونے پر مہاراجہ صاحب نے پھر ہمارے مضمون کا خوشی سے ذکر کیا۔ اور کہا کہ آپ نے نہائت پاکیزہ الفاظ میں اپنے مضمون کو ادا کیا اور اور بھی بہت سے لوگوں نے اثنائے قیام کلکتہ میں یہی خواہش ظاہر کی۔ کہ ہماری طرف سے کچھ اور لیکچر سلسلہ کے متعلق ان مضامین پر ہوں جن کا ذکر مضمون میں تھا۔ اس لئے پہلے یہ ارادہ کیا گیا تھا۔ کہ ماہ مئی کے اخیر میں چند لیکچروں کا انتظام کیا جاوے۔ مگر چونکہ گرمیوں کے موسم میں کلکتہ جیسے مقام میں اجتماع میں بہت دقتیں ہوتی ہیں۔ اس لئے مزید غور کر کے یہ فیصلہ کیا گیا کہ اخیر اکتوبر یا نومبر میں چند لیکچروں کا کلکتہ میں انتظام کیا جاوے اور خواجہ صاحب کے ساتھ بعض اور دوست بھی جائیں۔ پیغام صلح کلکتہ میں بہت ہی قبولیت کی نظر سے دیکھا گیا۔ اور پنجاب کے اہل ہنود کے خلاف جنہوں نے ایسے عجیب پیغام کو بھی تنگدلی سے سُنا۔ کلکتہ کے لوگوں نے بہت فراخدلی سے پیغام صلح کو پڑھا۔ اور اس پر خوشی ظاہر کی اور بظاہر وہ لوگ اس پیغام کو قبول کرنے کے لئے تیار نظر آتے تھے۔ اُمید ہے کہ ہماری طرف کافی تحریک ہونے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ مبارک منشاء پورا ہو جاویگا۔ جو پیغام صلح میں آپ کے مد نظر تھا۔

تیسرے دن کا اجلاس اس مذہبی جلسہ کا حسب معمول ۱۱ بجے شروع ہوا۔ اور ہندو مذہب کے مختلف فرقوں پر مضامین پڑھے گئے۔ آج ہی آریہ سماج پر بھی ایک مضمون تھا۔ مگر جو صاحب اس مضمون کے پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ انہوں نے مصلحت اسی میں دیکھی۔ کہ دو چار منٹ میں سوامی دیانند کے مختصر حالات بیان کر کے پرچے کو میز پر رکھدیا۔ ان کے ساتھی بھی اُن کی اس کارروائی سے حیران تھے۔ دوسرا مضمون برہمانند بھارتی نے مضمون پڑھنا تھا۔ مگر انہوں نے بھی بجائے مضمون پڑھنے کے ایک لیکچر بُت پرستی پر دیا جس میں یہ کہا کہ سب انسان بُت پرست ہی ہوتے ہیں۔ کوئی ایک قسم کی بُت پرستی کرتا ہے کوئی دوسری قسم کی۔ اور ہمیں اپنی بُت پرستی پر بہت فخر ہے۔ کیونکہ جب تک محبوب چیز کے بُت کا تصور دل میں نہ لایا جاوے۔ کمال محبت حاصل نہیں ہو سکتا اور جس بُت پرستی نے ایسے ہندو پیدا کر دیئے ہیں۔ جیسے آج اس ہال میں موجود ہیں۔ اس بُت پرستی پر جسقدر ناز کیا جاوے بجا ہے۔

ان تین دنوں کے اجلاس کے ساتھ مذہبی کانونشن کا اس سال کے لئے خاتمہ ہوا۔ جہاں تک میں دیکھتا ہوں۔ اس مذہبی جلسہ میں جو کامیابی اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو عطا کی

وہ ہر موسم سو والی کامیابی کی طرح ہے۔ گو جو مضمون اس جلسہ میں پڑھا گیا۔ وہ اُس مقدس دل سے نہ نکلا تھا۔ جو اللہ تعالیٰ کی وحی کا سرچشمہ تھا۔ بلکہ آپکے ہی بعض خیالات اور مضامین کو مختصر طور پر آپکے ایک ادنےٰ خادم نے اپنے الفاظ میں جمع کیا تھا۔ گو اس کے پڑھا جانے کے وقت وہ مؤید اور منصور امام پیچھے دعائیں کرنے کے لئے موجود نہ تھا۔ بلکہ ایک تذبذب کی حالت میں ہم لوگ لاہور سے روانہ ہوئے تھے۔ مگر چونکہ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کے قدم جمانا چاہتا ہے۔ اور گو ہمارا وہ پیارا امام اُٹھایا گیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرتوں اور تائیدات کو نہیں روکا۔ اس لئے الٰہی تصرف نے اس مضمون میں بھی قبولیت پیدا کردی۔ تاکہ اس کے خادم خدا تعالیٰ کے ان تصرفات اور نصرتوں اور تائیدات کو دیکھکر اپنے کام میں اور بھی زیادہ ہمت اور جوش سے لگ جاویں جلسہ ہوتے ہیں اور پھر اس جلسہ میں اس قسم کی کھلی کھلی کامیابی بھی حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر ایک دلیل ہے کیونکہ آپ کسی بناوٹ سے اپنی باتوں کو پیش نہ کرتے تھے۔ بلکہ آپ کی باتیں سخن کز دل بروں آید نشیند لاجرم بر دل کا مصداق تھیں۔ آپ صدق دل سے یہ بات چاہتے تھے۔ کہ مختلف مذاہب جمع ہو کر اپنی اپنی خوبیوں کو پیش کریں۔ تاکہ طالبانِ حق کے لئے سچے مذہب کی شناخت کا راہ کھل جائے۔ تعصب میں مبتلا لوگوں نے آپ کی راہ میں بہت سی روکیں ڈالنی چاہیں اور ڈالیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے سب ارادوں کو آپ کی زندگی میں بھی پورا کیا۔ اور اب آپکے وصال کے بعد بھی پورا کرکے دکھا رہا ہے۔ وہ [illegible] ہی جلسہ ہیں کیلئے آپ کے دل میں تڑپ تھی۔ تاکہ لوگ آپ کی باتوں کو سن سکیں۔ وہ گو قادیان میں نہ ہوا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے اسباب پیدا کر دیئے۔ اور آپکے منشاء کو جلسہ سنہ ۹۶ء میں پورا کرکے دکھایا۔ اُسی طرح آج بارہ سال بعد پھر اسی منشاء کو پورا کرکے دکھا دیا۔ مگر کوشش شرط ہے۔

بکوشید اے جوانان تا بدیں قوت شود پیدا

اس مضمون کو ختم کرنے سے پہلے میں اُن احباب کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ جنہوں نے اس سلسلہ کے دو ادنیٰ خادموں کے لئے تکلیف اُٹھائی۔ سب سے پہلے قابل شکریہ کلکتہ کی مختصر سی مگر مخلص جماعت ہے۔ اس جماعت کے سکرٹری شیخ غلام نبی صاحب ہیں۔ اُنہوں نے اور اُن کے دیگر احباب نے جن میں حکیم محمد عمر صاحب فیروزپوری بھی ہیں۔ جو آجکل کلکتہ میں مقیم ہیں۔ بہت ہی اخلاص اور محبت سے خدمت کی۔ اور ہر ایک تکلیف کو راحت سمجھ کر کام کیا شیخ غلام نبی کے لئے احباب دُعا بھی کریں۔ کیونکہ وہ آجکل کسی قدر مالی ابتلاء کے نیچے ہیں۔ جماعت کلکتہ نے بہت اصرار کیا۔ کہ ہم لوگ اُن کی خدمت میں بھی حاضر ہوں اور ایسا ہی جماعت مونگھیر نے جہاں سے نہ صرف متواتر خطوط اور تاریں ہی آئیں۔ بلکہ اُنہوں نے پہلے سید ارادت حسین صاحب کو اور پھر ایک خاص آدمی بھی اسی غرض کے لئے بھیجا۔ مگر افسوس ہے۔ کہ فرصت نہ ہونے کی وجہ سے ہم کہیں نہ جا سکے۔ اگر پہلے سے یہ اطلاع ہوتی۔ تو ایسا انتظام ہو سکتا تھا۔ کہ ہم ان احباب کی خدمت میں حاضر ہو کر خوشی حاصل کرتے۔ امید ہے کہ کسی دوسرے موقع پر جب کلکتہ جانا ہوا۔ تو انشاء اللہ ان کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے بھی وقت نکل سکیگا۔

انبالہ میں جاتے ہوئے شہر اور چھاؤنی کی جماعتیں اور منشی محمد یوسف صاحب اور بابو عبدالرحمان صاحب سٹیشن پر تشریف لائے اور واپسی پر ٹھہرنے کے لئے اصرار کیا۔ اور لودیانہ سے منشی محمد شفیع صاحب نے تار دی۔ کہ واپسی پر وہاں ٹھہریں۔ مگر ان تمام مخلص احباب سے معذرت خواہی ہی کرنی پڑی۔ انبالہ شہر اور چھاؤنی کے دوست واپسی پر بھی سٹیشن پر تھے۔ لودیانہ کے سب دوست بھی سٹیشن پر تھے اور وہاں صرف گاڑی بدلنے کے لئے خاکسار راقم کو ایک دو گھنٹہ کے لئے ٹھہرنا بھی گیا تھا۔ بنارس میں مولوی الٰہی بخش صاحب کو خط لکھا گیا تھا۔ مگر وہ کسی وجہ سے سٹیشن پر تشریف نہ لا سکے۔ کلکتہ میں منشی انوار حسین خان صاحب سے بھی ملاقات ہوئی۔ جن کے صاحبزادہ وہیں ملازم ہیں۔ اثنائے کلام میں منشی صاحب نے فرمایا۔ کہ میں نے اپنے لڑکوں کو کہا۔ کہ اگر تم قادیان میں پڑھو گے تو میں خرچ دونگا ورنہ نہیں دونگا۔ چنانچہ ان کے دونوں صاحبزادے اب پھر قادیان میں تعلیم پانے کے لئے آگئے ہیں۔ [illegible] ایسا ہی جوش قومی اور ملی کاموں کے [illegible] کے

کلام الامام امام الکلام

(منقول از بیاض اکبر نجیب آبادی)

———(بتاریخ ۱۶- اپریل سنہ ۱۹۰۹ء بروز جمعہ بعد نماز عصر جناب مخدومی ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے دریافت کیا کہ یہ لنگی جو میں سر سے باندھ رہا ہوں۔ جائز ہے یا ناجائز۔ فرمایا) اگر تسر ہے تو جائز ہے اور ریشم ہے تو ناجائز۔ ریشم اور تسر کا فرق اس طرح معلوم ہو سکتا ہے۔ ریشم کو جب جلاتے ہیں۔ تو وہ جلتے وقت تڑ مڑ کر اکٹھا ہو جاتا ہے۔ اور تسر سیدھا جل جاتا ہے۔ (ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا۔ کہ اس میں اگر ریشم ہی ہو۔ تو نصف یعنے تانا سوت کا ہے۔ اور نصف یعنے بانا ریشم ہے۔ فرمایا کہ) ریشم اگر سوت سے زیادہ ہے تو بھی ناجائز ہے۔ اور بانا عموماً تانے سے زیادہ ہی ہوا کرتا ہے۔

———(۱۷- اپریل سنہ ۱۹۰۹ء بعد نماز فجر چودھری حاکم علی صاحب نے رخصتی مصافحہ کیا فرمایا) پنجابی میں ایک ضرب المثل مشہور ہے .. .. (پنجابی کی وہ ضرب المثل بوجہ اس کے کہ میں پنجابی نہیں جانتا۔ یاد نہیں رہی اُس کا مطلب جو شیخ تیمور صاحب بی۔ اے نے مجھ کو بعد میں سمجھایا تھا یہ ہے) جب تک انسان اپنے دل ہی میں بات کو ختم نہ کرے۔ تو مکہ جانے سے بات ختم نہیں ہوتی۔

———(۱۳- اپریل سنہ ۱۹۰۹ء کو قبل از درس مسجد اقصیٰ میں فرمایا) بائیبل کو ہم نے چالیس مرتبہ پڑھا۔ ہمارے مطالعہ کی بائیبل جس پر ہم نے بہت سے قیمتی حواشی لکھے تھے کسی نے چرالی۔

———(۲۰- اپریل قبل از درس مسجد اقصیٰ میں جناب شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم نے اپنے برادر خورد مبارک اسمعیل صاحب کے لئے دریافت کیا۔ کہ اب وہ انٹرنس میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اُس کو کہاں پڑھنا چاہئے فرمایا) انجمن حمایت اسلام کالج میں ہی پڑھنا زیادہ مناسب ہے انجمن اسلام کالج پھر مسلمانوں کے زیر اہتمام ہے۔ اور دوسرے کالجوں کے مقابلہ میں وہاں بہت کچھ بہتری کی توقع کی جا سکتی

آج کل کالجوں کی زندگی ایک خطرناک زندگی ہوتی اور عجیب عجیب قسم کے روحانی امراض کا اندیشہ ہے۔ ـــ آزادی پر ملؔ نے کئی کتابیں لکھی ہیں۔ اور انسانی علوم جہاں تک دسترس ہو سکتی ہے۔ اُس نے خوب لکھی ہیں۔ میں نے ملؔ کی یہ تمام کتابیں پڑھی ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کو ایک اور سرچشمہ سے علوم حاصل ہوتے ہیں اُن علوم سے ملؔ کو کوئی تعلق نہیں۔

مکتوب الامام

(ایک شخص نے لکھا کہ میرے ایک دوست بابو صاحب حضرت مسیح موعود کے حق میں اپنا یہ اعتقاد ظاہر کرتے ہیں کہ ہم اُن کو بزرگ ولی اللہ سمجھتے ہیں۔ لیکن اُن کے دعاوی کے متعلق ابھی پورے طور پر ہمارے دل نے کھول کر گواہی نہیں دی۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے۔ کہ وہ کہتے ہیں۔ کہ ہم تم کو بُرا نہیں جانتے اور تمہارے پیچھے نماز پڑھتے ہیں تم ہمارے پیچھے کیوں نماز نہیں پڑھتے۔ بابو صاحب اُن تمام مولویوں کو جو مسیح موعود کو کافر خیال کرتے ہیں غلطی پر سمجھتے ہیں۔ حضور کا نماز کے لئے کیا حکم ہے۔ حضور امیر علیہ السلام نے اس کا مندرجہ ذیل جواب تحریر فرمایا)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ من اظلم ممن افترٰی علی اللّٰہ کذباً۔ اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ پر افتری باندھے۔ زانی۔ شراب خور۔ بدکار ڈاکو سب اس سے کم ہیں۔ مرزا صاحب نے پینتیس ۳۵ برس سے زیادہ یہ کہا کہ مجھ سے اللہ تعالیٰ کی باتیں ہوتی ہیں۔ اور ان باتوں میں یہ باتیں بھی ہیں کہ تو مسیح۔ عیسیٰ بن مریم۔ مہدی امام۔ مجدد ہے۔ اِن باتوں میں اگر مرزا نے افترا کیا ہے۔ تو اس سے زیادہ کوئی بُرا نہ تھا۔ اور اس کی جماعت سے زیادہ کوئی بُرا نہیں۔ یہ کہنا کہ اُن کو غلطی لگی۔ پینتیس ۳۵ برس ہر روز دعویٰ کرنا اور اسکی شائع کرنا۔ اور ہزاروں ہزار کو اس میں معتقد بنانا بہت بڑا کام تھا۔ پھر اگر افترا ہے۔ تو بہت ہی بڑا ظلم کیا۔ اور وہ اچھے بزرگ ولی تھے۔ تو اُنھوں نے ایسا گندہ کام نہیں کیا بلکہ جو کیا سو راستبازی سے کیا۔ تو پھر بڑا ظالم وہ ہے۔ جس کی نسبت ارشاد ہے او کذب بالحق لما جاءہ۔ یا وہ بڑا ظالم ہے جس نے راستباز کو مانا۔ یہ مسیح کا معاملہ میری سمجھ سے باہر ہے۔ جو آپکے دوست فرماتے ہیں۔

نورالدین

۱۸ اپریل ۱۹۰۹ء

آریہ جاتی کا زوال

آریہ گزٹ کے نمبر ۳۰ کے ایڈیٹوریل کالم میں ایک مضمون کسی صاحب دینا ناتھ اپوری کا طبع ہوا ہے۔ جس میں آریہ جاتی کے تنزل کے پانچ سبب بتلائے گئے ہیں۔

(۱) ذات پات کی قیود سے بہت سے لوگوں کا شادی نہ کرنا۔

(۲) بیواؤں کے عقد ثانی کی ممانعت۔

(۳) یتیم بچوں کا دیگر اقوام کے ہاتھ میں چلا جانا۔

(۴) سادھوؤں کی روز مرہ ترقی۔

تقریباً چار کالم ان چار اسباب کی نذر کیکے پانچواں سبب یہ لکھا گیا ہے کہ :۔

"پانچویں بات جو کہ کسی سے بھی کم ضروری نہیں ہے۔ وہ شدھی ہے۔ ہندو جاتی کو ہر وقت تیار رہنا چاہیئے۔ کہ وہ اپنے پتت شدہ بھائیوں کو بُلا لے۔ دُنیا کی تمام قومیں پرچار کے ذریعہ دوسری قوموں کو اپنے میں جذب کر لیتی ہیں۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ ہندو جاتی دوسروں کو اپنے میں داخل نہ کرے۔ کیا ہمارے وید۔ قرآن اور انجیل سے کم متبرک ہیں۔ یا ان کے گیان میں کم ستیہ ہے۔ کہ ان کے اوپر چلنے والے اپنے آپ کو کچے دھاگے کے ساتھ تشبیہ دیتے پھریں۔ کیا وجہ ہے کہ کلمہ پڑھنے والا اور عیسیٰ پر ایمان لانے والا دوسرے کو اپنے جیسا بنا لے اور وید بھگوان کے پیرو ایسا نہ کر سکیں۔ جب یہ ہر ایک کو معلوم ہے۔ کہ یہ جو مسلمان نظر آتے ہیں پہلے مسلمان نہ تھے۔ بلکہ اورنگ زیبی تلوار سے خائف ہو کر اپنی جان بچانے کے واسطے اپنے اباؤ اجداد کے دھرم کو خیرباد کہہ گئے اس وقت مسلمانوں میں ایسی ذاتیں ہیں۔ جو ہماری ذاتوں سے ملتی ہیں۔ مثلاً مسلمان بھی پوری ہیں۔ اور ہندو بھی۔ ایسے ہی دوسری ذاتیں ہیں۔ تو پھر کیوں کوشش نہ کی جائے۔ کہ بچھڑے ہوئے بھائیوں کو اب جبکہ سرکار کی طرف سے کسی قسم کا خوف نہیں ہے۔ نہ ملایا جاوے۔ ہندوؤں کو جبراً مسلمان کیا گیا۔ ان کو جبراً اور ظلماً اپنے بھائی بندوں سے علیحدہ کیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ کئی ظالم مسلمان بادشاہ روٹی نہ کھاتے تھے۔ جب تک ایک خاص تعداد میں جنیوں کی نہ اُتار لیتے تھے۔ ہر قسم کی سختی ہندوؤں کو مسلمان بنانے کے لئے جائز سمجھی جاتی تھی۔ کیا اب ہمارا فرض نہیں ہے۔ کہ اپنی قوم کو بڑھانے کے واسطے اُن کو واپس لے لیویں۔ اور باقی ماندہ کو ہندو جاتی سے علیحدہ ہونے سے جائز طور پر روکیں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ گدھے کو صابون سے دھونے سے گائے نہیں بنا سکتے۔ تو پھر کیسے ایک مسلمان یا عیسائی ہندو ہو سکتا ہے۔ ہمارا جواب ہے کہ ایک گائے کو بھی سیاہی لگانے سے گدھا نہیں بنا سکتے۔ تو پھر کیسے ایک ہندو عیسائی یا مسلمان ہو سکتا ہے۔ ہر ایک آدمی ویدوں کا پیرو بن سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ اس پر عمل کرے۔ وید سارے جہان کے واسطے کل عالم کے واسطے ہیں۔ نہ کہ کسی خاص قوم کی وراثت۔ شدھی کرنا روایتاً بھی جائز ہے۔ بابا نانک نے مردانہ کو شدھ کیا۔ بالمیک باوجود شٹ جاتی کا ہونے کے

ایک اعلےٰ شخص بنا۔ کبیر جولاہا تہا۔ مگر ہر ایک اپنی کرنی سے اعلیٰ بن سکتا ہے۔ ہر ایک آریہ ہو سکتا ہے۔ اگر وہ آریہ لوگوں کے کرتو یہ پالن کرے۔ نہائت افسوس سے دیکھا جاتا ہے کہ ہمارے ہندو بھائی ان لوگوں سے تو کُھلم کُھلا برتیں جنہوں نے مسلمان عورتیں گھر میں ڈالی ہوئی ہیں یا جو مسلمان لوگوں کے ساتھ علانیہ طور پر کھان پان رکھتے ہیں۔ مگر جو باقاعدہ شدھ ہونا چاہیں۔ اُن سے پرہیز کیا جاوے۔ شُدھی کرنا قوم کو بڑھانا ہے۔ اس واسطے اس تحریک کی ہر وقت سہایتا کرنی چاہئے اور شُدھ شدہ بھائیوں کو اپنا بھائی جاننا چاہئے"

صاحب مضمون نے جو اسبابِ زوال لکھے ہیں ہمیں اُن سے اختلاف نہیں۔ بلکہ ہم خوش ہیں۔ کہ اسلامی تعلیم کیونکر ہر فرقہ میں اپنا اثر کر رہی ہے۔

ذات پانت کی قید اٹھا کر سب کو رشتۂ اخوت میں جوڑنے کا کوئی مذہب اسلام سے بڑھ کر دعویٰ نہیں کر سکتا۔

یتیموں کا وہ اس قدر حامی ہے۔ کہ ذوی القربا کے ساتھ ساتھ بار بار قرآن میں اُن سے حُسنِ سلوک کی تاکید کرتا ہے۔ نسوانی فطرت کی کمزوری کا یقین کر کے اُس نے بیواؤں کو نہیں۔ بلکہ اُن کے بڑے مردوں کو بھی عقد کا حکم دیا ہے۔

بن باس رہبانیت کا اُس سے بڑھ کر کوئی مخالف نہیں لا رہبانیت فی الاسلام پر عمل ہو۔ اور خدا کے پاک بندے اور برگزیدہ پیغمبر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نازل ہو جیو۔

غرضکہ جملہ اسباب اوّل سے ہم کوئی وجہ اختلاف کی نہیں دیکھتے۔ مگر سبب پنجم جو غلطی صاحبِ مضمون نے کی ہے۔ اس کی کسی قدر اصلاح چاہتے ہیں۔

یہ سچ ہے کہ جو مسلمان اب ہیں یہ پہلے ہندو تھے اس کے ساتھ یہ بھی تو سچ ہے۔ کہ جو مسلمان اب ہیں۔ وہ پہلے بودھ مت تھے۔ جو سکھ اب ہیں۔ وہ پہلے سکھ نہ تھے۔ بلکہ جو لوگ ہندو ہیں وہ بھی ہمیشہ آریہ نہ تھے۔

مگر اس میں کسی تلوار و تفنگ۔ کمان و تیر کا کیا دخل ہے ایک دو جوشیلے مذہبی دیوانوں کے فعل سے کوئی کلیہ قائم نہیں ہو سکتا۔

ممکن ہے۔ کہ کسی بُزدل و نامرد نے بخوفِ جان یا بطمع نان منافقانہ طور پر بھی اسلام قبول کر لیا ہو۔

لیکن صاحبِ مضمون کا یہ خیال غلط اور سراسر غلط ہے کہ اسلام میں داخل ہونے والے تمام ایسے ہی بُزدل و منافق تھے۔

ایسا قبول کرنا تو یہ قبول کرنا ہے۔ کہ ہندوؤں کی قوم اُس وقت نہائت پست و ذلیل ہو گئی تھی۔ کہ کثرتِ زر و تعداد نفوس۔ ہتھیار۔ سپاہی۔ آزاد رجواڑوں کے ہوتے ہوئے بھی وہ بُزدل و شودر قوموں کی طرح بلا تہہ تیغ بلا ئے ربلا گشت۔ و خون کئے دہرم جیسی عزیز کو چھوڑ بیٹھی سے

واعظ کہتا تھا جان ہے دین پر قربان
پہر آیا جب امتحان کی زد پر ایمان
پوچھا یہ کسی نے کہئے اب کیا ہے صلاح
فرمایا کہ بھائی جی جان ہے تو جہان

صاحبِ مضمون ذرا کلانور وغیرہ ضلع رُہتک اور اسی طرح قصبات ضلع کرنال و ضلع پانی پت میں تشریف لا کر اُن مسلمان راجپوتوں کو ملاحظہ کریں۔ جن کے چوڑے چکلے سینے۔ اُبھرے ہوئے بلند۔ ترچھی چتون۔ بانکے تیور بتلا رہے ہیں۔ کہ وہ اصلی بہادر ہیں۔ اور تلوار کی آنچ یا چاندی کی چمک ان کے عزم و ارادہ میں خلل نہیں ڈال سکتی ایسے جوان مرد لوگوں کے آباؤ اجداد پر یہ الزام لگانا کہ اُنھوں نے نامردی سے مذہب چھوڑا۔ سخت بیدردی و بُزدلی ہے اُن کے معزز و متکبر بزرگ کسی جابر سے جابر بادشاہ کے سامنے بھی جُھکنے والے نہ تھے۔

یہ محض صدائے توحید تھی۔ جس نے ان بہادروں کو اپنے مالکِ حقیقی کے سامنے ایک شانِ عبودیت سے جُھکنے پر مجبور کیا۔ اور وہ اس پاک منادی کو سُن کر سچے بہادروں کی طرح صدقِ دل سے مسلمان ہوئے۔ یعنی بہادر بہادروں میں آ ملے۔ اور شیر مرد شیر مردوں سے جا ملا

ہو گئے۔

آج ان کا عقیدہ مذہبی اسقدر مضبوط و قوی ہے۔ جن پر ایران و عرب کے مسلمانوں کو بھی رشک آنا چاہئے۔

اسی طرح اور شریف قومیں مثل برہمن۔ تگا۔ کھتری ویش وغیرہ بلا کسی جبر و اکراہ کے داخلِ اسلام ہوئیں۔ اور اس طرح شیر و شکر ہو گئیں۔ کہ آج اُن کا دوسرے مسلمانوں سے جُدا کرنا دُشوار ہے۔

بیشک بعض نو مسلم ضلع علی گڈھ۔ بلند شہر۔ رہتک کرنال۔ پانی پت وغیرہ کے راجپوتوں کی مانند راسخ العقیدہ نہیں۔ اور ہنوز ان میں مُشرکانہ مراسم کا رواج پایا جاتا ہے۔

لیکن اس کی وجہ جہالت و بے علمی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ عرب و ایران کے آئے ہوئے وہ مسلمان جن میں علم و فضل مٹ چکا ہے۔ ان ہندی مسلمانوں سے بڑھ کر مشرکانہ رسوم میں مُبتلا ہیں۔

مگر اب یہ حالت الحمدللہ تعالیٰ دیرپا نہیں عربی نژاد ایرانی الاصل۔ ہندی النسل جملہ تعلیم یافتہ مسلمانانِ ہند اس بات پر آمادہ ہیں۔ کہ اپنے جاہل بھائیوں کی دستگیری کریں اور اُن کو شرک و ضلالت میں گرنے سے بچائیں۔

تعلیم یافتہ راجپوت اس میں پیش نظر آتے ہیں۔ چنانچہ انجمن تبلیغ الاسلام علی گڈھ کا راجپوت رؤسا کی سرپرستی میں قائم ہونا اِس امر کی دلیل ہے کہ یہ اپنے بہادر اسلاف کی طرح خدمتِ اسلام میں کوئی کوتاہی نہ کرینگے۔

اور نگزیبی تلوار" اور "کئی ظالم مسلمان بادشاہوں" کی نسبت جو اطلاع صاحبِ مضمون کو دی گئی۔ وہ غلط ہی نہیں۔ بلکہ سراسر کذب و افترا ہے۔ ایک صداقت شعار پولیٹیکل گروہ محض انتقامی جوش سے از خود رفتہ ہو کر اسی قسم کے فسانے تراشتا رہتا ہے۔

تاکہ بھولے بھالے ہندوؤں کو اُن کے وطنی بھائیوں سے بدظن کرے۔ جس اصول پر یہ گروہ انگریزوں کے مظالم کا رونا رو کر دیہات و قصبات میں خفیہ